# مولانا یعقوب قاسمی

حضرت مولانا یعقوب صاحب قاسمی (کاوی) رحمہ اللہ کے اوصاف و کمالات کا مختصر تذکرہ۔

ولادت:......۱۴؍محرم الحرام: ۱۳۵۰ھ مطابق: ۱؍جون ۱۹۳۱ء۔

وفات:......۱۹؍محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق: ۱۷؍اگست، بروز بدھ۔


## مرغوب احمد لاجپوری


ناشر...... جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

## فہرست رسالہ ’’مولانا یعقوب قاسمی‘‘


| | |
|---|---|
| مرحوم کی وفات، غسل وتکفین اور نماز جنازہ........................ | ۴ |
| ذوق مطالعہ...................................................... | ۵ |
| ذکر وتلاوت...................................................... | ۷ |
| درود شریف کا یومیہ معمول اور ایک بشارت پر مشتمل خواب.................. | ۸ |
| ایک ہزار مرتبہ درود پڑھنے والا موت سے پہلے جنت کا ٹھکانا دیکھ لے گا...... | ۹ |
| تعویذ لکھنے کا معمول............................................. | ۱۰ |
| نماز با جماعت کا اہتمام........................................... | ۱۱ |
| موجودہ دور کی پیر مریدی اور مرحوم................................. | ۱۲ |
| مرحوم کی سادگی اور چند واقعات...................................... | ۱۲ |
| اصاغر کی حوصلہ افزائی اور راقم کے ساتھ تعلق.......................... | ۱۵ |
| قاضی مجاہد الاسلام صاحب سے میرے تعارف کا ذریعہ مرحوم ہی تھے.......... | ۱۷ |
| بیکاری سے نفرت.................................................. | ۱۸ |
| حق گوئی......................................................... | ۱۹ |
| رویت ہلال اور اوقات پر مرحوم کی محنت اور استقامت....................... | ۲۰ |
| مرحوم نڈر تھے.................................................... | ۲۱ |
| ایک آزمائش...................................................... | ۲۲ |
| غرباء پروری، مدارس، مکاتب اور تصانیف کی اشاعت میں تعاون............. | ۲۲ |
| شرعی کاؤنسل کا افتتاح............................................. | ۲۵ |

| | |
|---|---|
| مسجد حراء کی بناء مرحوم کا صدقۂ جاریہ.................................... | ۳۰ |
| درس قرآن اور تفسیری مطالعہ.................................... | ۳۰ |
| اکابر نے آپ کی قدر کی اور اصاغر نے؟.................................... | ۳۱ |
| دعوت وتبلیغ کے اسفار.................................... | ۳۵ |
| تصانیف اور ان کا مختصر تعارف.................................... | ۳۶ |
| مرحوم کے اہل خاندان سے ایک درخواست.................................... | ۴۱ |
| دوسری درخواست: حضرت مولانا احمد صاحب دیولوی مدظلہ سے.............. | ۴۱ |
| مرحوم پر سود کے جواز کا الزام اور اس کی حقیقت.................................... | ۴۲ |
| حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ کا فتوی.................................... | ۴۳ |
| دارالعلوم دیوبند کا فتوی.................................... | ۴۳ |
| حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ کا فتوی.................................... | ۴۴ |
| حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ کا فتوی.................................... | ۴۴ |
| اسلامک فقہ اکیڈمی کا فیصلہ.................................... | ۴۴ |
| حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب کا فتوی.................................... | ۴۵ |

# مرحوم کی وفات، غسل و تکفین اور نماز جنازہ

گذشتہ کل مؤرخہ: ۱۹؍محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق ۱۷؍اگست، بروز بدھ، بوقت عصر راقم کے محسن و مشفق بزرگ، برطانیہ کے مشہور عالم دین، بزرگوں کی صحبت یافتہ شخصیت، نڈر اور حق گو صفت کے مالک، اپنے مسلک پر استقامت کے پہاڑ، عظیم داعی، کئی کتابوں کے مصنف، غرباء پرور اور اہل علم کے محسن، شرعی کاؤنسل اور مسجد حراء کے بانی و رئیس حضرت مولانا یعقوب قاسمی (کاوی) صاحب رحمہ اللہ بھی داغ مفارقت دے کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

انا لله وانا اليه راجعون ، اللهم أجرنا فى مصيبتنا وعوّضنا خيرا منها ، لله ما أخذ ولـه مـا أعطى وكل شئى عنده بمقدار، ان العين تدمع والقلب يحزن ولا نقول الا ما يرضى ربنا۔

اسی رات عشاء کے بعد مسجد زکریا میں سینکڑوں اموات کو غسل دینے والی اور کفن پہنانے والی شخصیت کی علماء کے ہاتھوں سنت کے موافق غسل و تکفین کی گئی، مرحوم کے صاحبزادے مولانا شبیر صاحب، مولانا یوسف صاحب کے علاوہ مولانا یوسف دروان صاحب، مولانا یوسف ساچا صاحب اور اہل خاندان ساتھ اس عاجز کو بھی غسل و تکفین میں شرکت کی سعادت ملی۔ دوسرے دن ظہر کی نماز کے بعد ڈھائی بجے ڈیوزبری کے ایک مشہور اور وسیع میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی، مجمع بڑی تعداد میں تھا، نماز جنازہ مرحوم کے صاحبزادے مولانا شبیر صاحب نے پڑھائی، اور ان ہی کے حکم پر قبرستان میں دعا راقم الحروف کو کرنی پڑی۔

مرحوم نے اچھی زندگی گزاری، صحت بہت اچھی پائی تھی، کم ہی بیمار ہوتے ہوئے دیکھے

گئے، ایک مرتبہ فرمایا: زمانہ طالب علمی میں سخت دردسر شروع ہوا، ہر وقت بے چینی رہتی تھی، راندیر میں ایک صاحب نے کسی حکیم کا پتہ بتلا دیا، ان کے پاس گیا، مرض کی تشخیص کے بعد حکیم صاحب نے ایک نسخہ دیا، چار دن کا علاج تھا، الحمد للہ اس کے بعد آج سالہا سال گذر گئے کبھی دردسر کی تکلیف نہیں ہوئی۔

آخری چند سالوں میں کچھ ذہنی بیماری اور نسیان کا مرض لاحق ہوا، مگر جسمانی کمزوری نہ ہونے کے برابر تھی، کسی کے محتاج نہیں ہوئے، آخر تک اپنے سارے کام تقریبا خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ مرحوم کی اہل خانہ نے خدمت میں کوئی کمی نہیں کی، تنہائی کا احساس تک نہیں ہونے دیا۔

بعجلت مرحوم کی چند صفات اس وقت لکھی جا رہی ہیں، اور ان اوصاف کو لکھنے کی کوشش کروں گا جن سے مطالعہ کرنے والوں کو کوئی فائدہ پہنچے، اور انہیں اپنی زندگی میں اپنانے کی فکر کی جائے۔

یہ کوئی مستقل سوانح نہیں ہے، کیف ما اتفق جو باتیں ذہن میں ہیں ان کو قلم کے سپرد کر رہا ہوں، اللہ تعالی اس تحریر کو شرف قبولیت عطا فرمائے، آمین۔

## ذوق مطالعہ

مرحوم باوجود یہ کہ کسی مدرسہ میں تدریسی خدمت میں مشغول نہ تھے، تاہم مطالعہ کتب سے غافل نہ تھے، کتب بینی کا ذوق برابر قائم رہا، جب بھی مرحوم سے ملاقات کے لئے ان کے دولت کدہ پر حاضری ہوئی ہمیشہ ہی ان کو کسی مشغلہ میں اور اکثر مطالعہ کتب میں مصروف دیکھا۔

مرحوم کے پاس کئی جرائد و ماہنامے برابر آتے تھے، آپ ان کا من وعن مطالعہ فرماتے،

راقم الحروف کوکئی مواقع پرنشاندہی فرمائی کہ: فلاں رسالہ میں یہ مضمون بہت عمدہ ہے، یہ مضمون بہت کام کا ہے، اس کا مطالعہ ضرور کریں، اور بعض مرتبہ خاص مضامین کی فوٹو کاپی کرا کے محفوظ فرما لیتے۔

مرحوم کی برکت وتوجہ سے اس عاجز کوتقریبا پچیس سال، ماہنامہ ''البلاغ''''بینات'' ''الفاروق'' کے مطالعہ کی سعادت نصیب ہوئی، برسوں ''بحث ونظر'' کے مطالعہ کا شرف بھی حاصل ہوا، ادھر چندسالوں سے مرحوم کی صحت کی خرابی کی وجہ سے یہ سلسلہ ایسا منقطع ہوا کہ ان رسائل کی زیارت سے بھی محروم ہوگیا۔

رسائل کے اداریئے لکھنے والوں میں حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ کے بہت مداح تھے، خصوصا سفر نامے کے اداریئے پڑھ کرفرماتے: مولانا تقی صاحب سفرنامے لکھنے میں اپنی مثال آپ ہیں۔

حضرت لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کے فرق باطلہ کے رد میں لکھے گئے مضامین سے بہت متأثر تھے، اور مختلف مجالس میں ان پر بہت خوب مگر جچا تلا تبصرہ اور تعریفی کلمات فرماتے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ کی شہرۂ آفاق کتاب ''حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم'' کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے اور برابر اس کا مطالعہ فرماتے، مسجد میں اس کی تعلیم کرتے، اور عربی عبارت خود پڑھ کر ترجمہ اور تشریح فرماتے۔ آج بھی کئی حضرات کو کہتے ہوئے سنا کہ: ''حیاۃ الصحابہ'' کئی حضرات سے سنی، مگر مولانا کا اپنا انداز کہیں نہ ملا۔

حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب مدظلہ کا اردو ترجمہ جب شائع ہوا تو اس کا بھی مطالعہ فرمایا اور اس کی بڑی تعریف فرمائی، بعض مواقع پر نشاندہی فرمائی کہ پرانے ترجمہ میں ان مواقع پر تسامح ہوا ہے، مولانا محمد احسان الحق صاحب کا ترجمہ یہاں صحیح ہے، پھر

فرمایا: اس کی وجہ یہ ہے کہ عربی کے بعض محاورات کا تعلق لغت سے نہیں، قبیلہ اور علاقہ کے عرف سے ہے، اور مولانا محمد احسان الحق صاحب چونکہ عرب ممالک کے دورے کر چکے ہیں، اس لئے وہ ان کے عرف سے واقف ہیں، اس لئے ان کا ترجمہ درست ہے۔

اس تبصرہ کے بعد بڑی اہم بات فرمائی، وہ یہ کہ: اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلا ترجمہ بیکار ہے، پہلا ترجمہ اس وقت لکھا گیا جب کوئی ترجمہ نہیں تھا، اور مولانا محمد احسان الحق صاحب نے بہرحال اس سے استفادہ کیا، اس لئے ''الفضل للمتقدم'' کا لحاظ ضرور رکھنا چاہیئے۔

## ذکر وتلاوت

مرحوم اکابر کے صحبت یافتہ تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی، حضرت مولانا علی میاں ندوی، حضرت مولانا محمد منظور نعمانی، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہم اللہ وغیرہ جیسے اور بکثرت اہل اللہ سے صحبت کا موقع میسر ہوا تھا، اور حضرت مدنی، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، علامہ ابراہیم بلیاوی، حضرت مولانا فخر الحسن صاحب، حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمہم اللہ جیسے اساطین علم اور صاحب تقوی و ورع بزرگوں سے شرف تلمذ حاصل تھا، اس لئے نرا ظاہری علم ہی نہ تھا، بلکہ علم باطن بھی رکھتے تھے۔ اسی کی برکت تھی کہ تلاوت اور تسبیحات کا بہت اہتمام تھا۔ ہاتھ میں ہر وقت تسبیح ہوتی تھی اور زبان سے برابر ذکر جاری رہتا۔ قرآن کریم کی تلاوت کا معمول کبھی ناغہ نہیں ہوتا تھا، ایک منزل یومیہ کا معمول تھا، ایک زمانہ میں مہینوں نہیں سالہا سال تک دن میں دو مرتبہ صبح وشام پوری سورۂ بقرہ پڑھی۔

نوافل بھی اہتمام سے پڑھتے تھے، تہجد کے بہت پابند تھے، رات کو اٹھ کر تہجد پڑھنا راقم

نے کئی اسفار میں برابر دیکھا، تہجد کے بعد طویل دعا کا معمول بھی تھا۔اوابین بھی بلا ناغہ پڑھتے ہوئے دیکھے گئے۔

جے پور کا سفر میں نے مرحوم کے ساتھ کیا، ریل میں بھی رات کو جلدی اٹھ کر مرحوم کو تہجد اور دعا کرتے دیکھا، اسی طرح وہاں کے چارروزہ قیام میں مصرفیات اور خاطرخواہ آرام کا وقت نہ ملنے کے باجود بھی رات کے نوافل سے غافل نہیں دیکھا۔

حج اور عمرہ کے اسفار کی سعادت بھی مرحوم کو دسیوں مرتبہ حاصل ہوئی، بکثرت عمرے اور حج ادا فرمائے، ایک سفر میں راقم کو بھی آپ کے ساتھ حج کی سعادت نصیب ہوئی۔اس سفر میں دیکھا گیا کہ مرحوم بہت چست اور اوقات کے پابند، کاہلی اور سستی سے کوسوں دور، ہر کام وقت پر، اور اکثر اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے دیکھے گئے، ہم نے کئی مرتبہ ان کی خدمت کی کوشش کی، مگر اکثر ناکامی ہی ہوئی۔انہیں تکلف سے سخت نفرت تھی، اور بڑا بن کے رہنا، لوگ ان کے پیچھے چلیں، اور حضرت حضرت کی راگ ہو، خدام ہر وقت سائے کی طرح لگے رہیں، اس کو پسند نہیں فرماتے، اور ان حرکات پر بہت کھل کر نکیر فرماتے، ان کے ہاں اس معاملہ میں کوئی رعایت نہ تھی۔

سفر حج کے دوران میں راقم نے دیکھا کہ مرحوم ہر نماز میں حرم شریف جلدی چلے جاتے' وقت سے بہت پہلے تیار ہو کر حرم شریف پہنچ جاتے، اور اکثر تلاوت میں مصروف رہتے۔

## درود شریف کا یومیہ معمول اور ایک بشارت پر مشتمل خواب

درود شریف کا یومیہ معمول مثالی تھا، اس کا ایک عجیب واقعہ بھی قابل ذکر ہے، ایک مرتبہ حضرت مولانا مفتی فاروق میرٹھی صاحب رحمہ اللہ برطانیہ تشریف لائے تھے، ان کے سامنے برسبیل تذکرہ حضرت مرحوم کا تذکرہ ہوا، تو ایک عالم نے (جنہوں نے نام کے

اظہار کی ممانعت کی ہے) کہا کہ: مجھے آپ ﷺ کی خواب میں زیارت ہوئی، اور میں دیکھ رہا ہوں کہ:

''حضرت مولانا یعقوب قاسمی صاحب چند ہدایا کی تھیلیاں آپ ﷺ کی خدمت میں پیش فرمارہے ہیں''

حضرت مفتی فاروق صاحب رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا: تم نے اپنا یہ خواب حضرت مولانا کے سامنے بیان کیا کہ نہیں؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، تو مفتی فاروق صاحب میرٹھی رحمہ اللہ نے ان کو حکم فرمایا کہ: تم حضرت کے سامنے اپنا یہ خواب ضرور بیان کرو، اور ان سے یہ بھی پوچھنا کہ: حضرت! آپ کے درود شریف پڑھنے کا معمول کیا ہے؟ یعنی کتنی تعداد میں آپ درود شریف پڑھتے ہیں؟ اور کسی خاص درود شریف کے پڑھنے بھی اہتمام فرماتے ہیں؟

چنانچہ انہوں نے حضرت مرحوم سے اس خواب کا تذکرہ کیا، اور ہدیہ کی تفصیل پوچھی تو آپ نے فرمایا: میرا روزانہ رات کو سونے سے پہلے پانچ سو مرتبہ درود شریف پڑھنے کا معمول ہے، اور کبھی مختصر اور کبھی طویل ہر طرح کا درود شریف پڑھ لیتا ہوں۔

ایک مرتبہ راقم نے بھی موقع کی مناسبت سے مرحوم کے سامنے اس خواب کا تذکرہ کیا، مرحوم سنتے ہی اشکبار ہو گئے، کچھ دیر تک تو بات نہ فرماسکے، پھر یہی جواب دیا کہ کوشش کرتا ہوں کہ درود شریف کا معمول ترک نہ ہونے پائے، اور میرا یومیہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کا معمول ہے۔

## ایک ہزار مرتبہ درود پڑھنے والا موت سے پہلے جنت کا ٹھکانا دیکھ لے گا

یومیہ یا صرف جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کی فضیلت حدیث

شریف میں یہ آئی ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: آپ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ درود پڑھا کرے گا' وہ جب تک اپنا ٹھکانا جنت میں نہ دیکھ لے گا، اس وقت تک اسے موت نہ آئے گی۔

(خصائص یوم الجمعة ص۲۷، الخصوصیة السادسة والستون: الاکثار من الصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم یومها و لیلها، رقم الحدیث:۱۸۸)

علامہ منذری رحمہ اللہ نے بھی اس طرح کی روایت نقل کی ہے، مگر اس میں جمعہ کا لفظ نہیں: اس کے الفاظ اس طرح ہیں:

''من صلی علیّ فی یومٍ الف مرة لم یمت حتی یری مقعده من الجنة''۔

(رواه ابو حفص بن شاهین کذا فی الترغیب والترهیب ص۳۲۷ ج۲۔ الترغیب فی اکثار الصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: انہوں نے حضرت زید بن وہب رحمہ اللہ سے فرمایا: جمعہ کے دن ایک ہزار مرتبہ درود پڑھنے کو نہ چھوڑنا، یہ درود پڑھا کرو: '' اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ ''۔

(اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ص۲۳۷ ج۸۔ خصائص یوم الجمعة ص۲۷، الخصوصیة السادسة والستون: الاکثار من الصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم یومها و لیلها، رقم الحدیث:۱۸۹)

## تعویذ لکھنے کا معمول

مرحوم پیشا ور عامل نہ تھے، اور نہ آج کے نام نہاد عاملوں کی طرح پریشان حال لوگوں سے پیسے بٹورنے کا کاروبار کرتے تھے، (اللہ تعالیٰ ہی اپنے فضل وکرم سے امت مسلمہ کے

مجبوروں اور بیماروں کی ان پیشاوروں سے حفاظت فرمائے) مگر لوگوں کے اصرار پر کسی بیمار وغیرہ کو تعویذ لکھ دیا کرتے تھے، بعد میں کچھ تعویذات لکھ کر تیار رکھنے کا معمول ہو گیا تھا۔ مجھے بھی بڑی تاکید کی کہ کوئی آئے تو انکار نہ کرنا، جو اللہ تعالی دل میں ڈالے لکھ کر دے دیا کرو، اگر ہم نے انکار کیا تو یہ پریشان حال لوگ کسی غلط کار کے حوالے ہو جائیں گے، اور وہ ان کی مجبوری کا غلط فائدہ اٹھائیں گے۔ مجھے بھی میرے استاذ حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب رحمہ اللہ نے یہ نصیحت فرمائی تھی، اس لئے میں باوجود اس طرف طبیعت مائل نہ ہونے کے کچھ نہ لکھ کر دے دیا کرتا ہوں۔

## نماز باجماعت کا اہتمام

نماز کی جماعت کے آپ بہت پابند تھے، صحت تک بہت کم ایسا ہوا کہ آپ کی جماعت ترک ہوئی ہو، بلکہ جماعت کے وقت سے بہت پہلے مسجد جانے کا معمول تھا، اکثر نماز کی سنن قبلیہ اور نوافل تک ادا کرتے۔

اکثر نوجوان علماء کو ترغیب دیتے کہ: نماز کی جماعت کبھی نہ چھوڑو، عوام علماء کے اس عمل سے بہت متأثر ہوتے ہیں، اور جماعت کے چھوڑنے پر علماء کا وقار کم ہو جاتا ہے، بعض نوجوان علماء کو جماعت کی کوتاہی پر تنبیہ بھی فرمائی، اور کئی مرتبہ اس پر اظہار افسوس بھی فرمایا کہ: اہل علم ہو کر نماز کی جماعت ترک کریں، یہ کس قدر تعجب کی بات ہے۔

جماعت کی پابندی کرنے والے نوجوانوں کو خوب سراہتے، اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے، ان کی تعریف کرتے۔ اور جماعت چھوڑنے والوں سے ناراض ہوتے۔

اکثر فجر کی نماز سے گھنٹہ پون گھنٹہ پہلے مسجد میں حاضری کا معمول تھا، اور جماعت کھڑی ہونے تک تلاوت کرتے رہتے۔

## موجودہ دور کی پیر مریدی اور مرحوم

موجودہ دور میں پیر مریدی اور خلافت کو جس طرح ہلکا اور باعث استہزاء بنادیا گیا ہے مرحوم اس کے بہت مخالف تھے، اور فرماتے: کیا یہی شریعت کا مزاج ہے، ہر وقت تکلف سے رہو، اور ایک شاہی انداز اختیار کیئے رہو، پیر گویا ایک بادشاہ ہے، مریدین اس کے غلام ہیں، ہم نے بھی پیر دیکھے ہیں، مگر ایسے نہیں۔ کئی مرتبہ فرمایا: کاش یہ آج کل کے خلفاء اور مریدین حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی تعلیم وتربیت کے واقعات کو پڑھے۔

ایک مرتبہ کسی نے پوچھا: حضرت! آپ کس کے خلیفہ ہیں؟ تو مزاحا برجستہ فرمایا: اللہ تعالی کا، پھر فرمایا: تمہاری خلافت ظنی ہے، میری خلافت تو قطعی ہے، پھر یہ آیت پڑھی:

﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً ﴾۔ (سورۂ بقرہ، آیت نمبر: ۳۰)

ترجمہ:...... اور (اس وقت کا تذکرہ سنو) جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔

## مرحوم کی سادگی اور چند واقعات

مرحوم بہت سادہ طبیعت کے مالک تھے، اس زمانے کے نام نہاد خلفاء و پیروں کا سا تکلف اور بناوٹ ان میں بالکل نہ تھا، کوئی حضرت کہتا تو فورا فرماتے: بھائی میں حضرت ہوگیا تو (حضرت) ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کو کیا کہو گے؟۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ مرحوم کے دولت کدہ پر مرحوم کے سامنے گجراتی زبان میں آپ کی سادگی کا ایک واقعہ بڑے پر لطف انداز میں سنایا کہ:

ایک مرتبہ ڈابھیل کے قیام میں میری بیوی اور مولانا کی بیوی کے درمیان کچھ ان بن

ہوگئی، میں سبق کے بعد گھر پہنچا تو بیوی نے اپنی داستان سنائی، میں سمجھ گیا کہ وہاں بھی ایسا ہی قصہ ہوا ہوگا، ابھی میں یہ سوچ رہا تھا کہ مولانا یعقوب صاحب سے مل کر بات کرلوں، کہیں مولانا غصہ ہوگئے تو ہم دو مولوی بھی لڑ نہ پڑیں، اتنے میں دیکھا مولانا میرے گھر آرہے ہیں، میں فکر میں پڑ گیا، دروازہ کھولا تو مولانا نے اپنی وہی سادہ زبان میں کہا: مولوی عبداللہ! تیری اور میری بیویاں لڑ پڑی ہیں، تو کھچڑی کڑھی کھا کر سوجا، میں بھی کھا کر سوجاتا ہوں۔

مرحوم کا حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ سے اچھا تعلق تھا، ایک مرتبہ آپ برطانیہ تشریف لائے، باٹلی کی مدینہ مسجد میں قیام تھا، مرحوم ان سے ملاقات کے لئے گئے اور مجھے بھی ساتھ لے گئے، حضرت مفتی صاحب سے بے تکلفانہ چند باتیں ہوئیں، حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے خود ہی اوقات اور رؤیت ہلال کا مسئلہ بھی چھیڑا اور اس موضوع پر بات بھی ہوئی۔ مرحوم نے انہیں کھانے کی دعوت دی، حضرت مفتی صاحب نے دعوت قبول کی اور فرمایا: فلاں وقت آپ کھانا لے کر آجائیں، مرحوم نے بے تکلف کہا: نہیں، آپ کو گھر آنا ہے، کھانا وہیں ہوگا، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: میں تو کہیں کھانے کے لئے جاتا نہیں، مرحوم نے کہا: میں بھی کھانا کسی کے لئے لے کر جاتا نہیں' حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: پھر دعوت ملتوی، مرحوم نے کہا: بالکل ٹھیک ہے۔ میں دیکھتا رہ گیا کہ کس طرح دونوں حضرات نے بلا تکلف اپنی اپنی باتیں عرض کیں، آپس میں کوئی ناچاقی بھی نہیں ہوئی۔

ایک مرتبہ میرے استاذ حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری رحمہ اللہ صاحب برطانیہ تشریف لائے، میں اس سفر میں اکثر ان کے ساتھ رہا، ایک وقت آپ کی اور حضرت استاذ

کی ملاقات کے لئے طے تھا، مجھے بڑی فکر تھی کہ ان دونوں کی ملاقات کہیں الفت کے بجائے کلفت کا باعث نہ بن جائے، اس لئے کہ مولانا غازی پوری رحمہ اللہ نے انہیں ایام میں حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمہ اللہ اور ان کی اکیڈمی کے بارے ایک تنقیدی مضمون لکھا تھا، اور مرحوم حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمہ اللہ کے نہ صرف مداح بلکہ ان سے بہت متأثر تھے، کہیں مجلس میں ان کے بارے میں کوئی بات ہو جائے، اور دونوں حضرات کی طبیعت میں جمال کے ساتھ بہر حال جلال بھی ہے، میں نے مرحوم کی ملاقات سے پہلے حضرت مولانا غازی پوری رحمہ اللہ سے اس بات کی وضاحت کر دی کہ: مولانا: حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمہ اللہ کے بہت قریبی اور مداح ہیں، لہذا اس مجلس میں کوئی بات اس سلسلہ میں نہ ہو تو بہتر ہے، بہر حال ملاقات ہوئی اور بڑی پر لطف ہوئی، کافی دیر تک دونوں حضرات سے حاضرین خوب مستفید ہوئے، چائے ناشتہ اور مزاح اور دونوں طرف سے سادگی کا وہ مظاہرہ ہوا جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

بعد میں جب ہم مرحوم کے مکان سے ملاقات اور مجلس کے بعد واپس ہوئے تو مولانا غازی پوری رحمہ اللہ نے فرمایا: ماشاء اللہ میں نے جو سنا تھا ایسا نہیں، مولانا بہت سادہ طبیعت اور اور صاحب نظر عالم ہیں، اس ملاقات سے دل بہت خوش ہوا۔ پھر مولانا غازی پوری رحمہ اللہ نے اپنے سفر نامہ میں بھی مرحوم کا تذکرہ کیا۔

مرحوم کی زندگی کے ہر ہر شعبے میں سادگی تھی، رہن سہن، کھانے پینے لباس و پوشاک میں تکلف کو ناپسند کرتے تھے۔ کھانا بہت سادہ اور وقت پر ہوتا تھا، پر تکلف ناشتہ کی عادت نہ تھی، دودھ اور ایک دو بسکٹ بر وقت مل گئے تو ناشتہ کر لیا، ورنہ دو پہر کا کھانا وقت پر کھا لیتے، زیادہ کھانے کے عادی نہ تھے۔ دو پہر کو کھا لیا تو شام تک درمیان میں اگر گرم بگڑم

کھانے کے عادت نہ تھی۔چائے بالکل نہیں پیتے تھے۔

## اصاغر کی حوصلہ افزائی اور راقم کے ساتھ تعلق

چھوٹوں کی حوصلہ افزائی فرماتے، کسی نو جوان عالم میں مطالعہ کا شوق دیکھتے تو بہت خوش ہوتے، اس کو اچھی کتابوں کی رہنمائی فرماتے، خود اپنی ذاتی کتاب ان کو عاریۃً دیتے (اور زیادہ تعداد میں ہوتی تو ہدیۃً بھی دیتے، کئی کتابوں کے متعدد نسخے منگوا کر اہل علم کو ہدیہ کرتے )اور تاکید کرتے کہ اس کو دیکھو۔کسی عالم کا اچھا وعظ سنتے تو اس کو بھی خوب سراہتے۔بعض موضوعات پر وعظ کرنے کی رائے دیتے۔

مرحوم نے راقم الحروف کے ساتھ ہمیشہ ہی بہت زیادہ حوصلہ افزائی کا برتاؤ فرمایا۔ جب مسجد حراء شروع ہوئی تو مجھے حکم فرمایا کہ: میں جمعہ سے پہلے کچھ بات کیا کروں، میں نے عرض کیا: آپ موجود ہیں، ہم تو آپ سے سننا چاہتے ہیں، فرمایا: اب بڑھاپا آ گیا، تو جوان ہے، بہرحال ان کے حکم پر سالہا سال وہاں جمعہ سے پہلے کچھ عرض کرنے کا معمول رہا، مرحوم خود ہر بیان میں شریک ہوتے، اور اکثر حاضری پر بڑے تعریفی کلمات فرماتے، اور خوب حوصلہ افزائی فرماتے۔بعض مرتبہ یہ عاجز کچھ سخت جملے بھی کہہ دیتا، اور کسی منکر پر شدت سے نکیر کرتا، مجھے خوف ہوتا تھا کہ آج مولانا ناراض ہوں گے اور اصلاح فرمائیں گے، مگر مرحوم نے ایسے مواقع پر اکثر زیادہ ہی حوصلہ افزائی فرمائی، اور یہاں تک فرمایا: یہ ممبر تیرا ہے تو جو چاہے کہہ سکتا ہے، میری کسی غلطی کے بارے میں بھی تجھے کچھ کہنا ہو تو بلا تکلف کہہ سکتا ہے، مجھے ذرہ برابر بھی بار خاطر نہ ہوگا۔آج سوچتا ہوں کہ اپنے کسی چھوٹے کے ساتھ اس قدر وسعت ظرفی کا معاملہ کون کرسکتا ہے؟ یہ مرحوم کی ایک نرالی صفت تھی۔

ایک دو مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ مرحوم سے کسی مسئلہ میں سائل کے جواب پر تسامح ہوگیا،

راقم نے بڑے ادب سے آپ کو متوجہ کیا کہ: آپ سے مسئلہ بتانے میں تسامح ہو گیا ہے، فورا پوچھا صحیح مسئلہ کیا ہے، راقم نے بتایا اور یہ عرض کیا کہ: فلاں کتاب میں اس طرح ہے، آپ ملاحظہ فرمالیں، مگر مرحوم نے بلا کسی توقف اور بلا مراجعت کتب فوراہی سائل کو فون کیا کہ: میں نے جو مسئلہ بتایا ہے، وہ صحیح نہیں، صحیح مسئلہ یہ ہے، اور ساتھ ہی اس کی صراحت فرمائی کہ: یہ مولوی مرغوب نے مجھے توجہ دلائی۔اس کے بعد اکثر میری موجودگی میں کسی کا فون آتا تو فورا مجھے سائل کے سامنے ہی پوچھتے: اس سوال کا کیا جواب ہے؟ مجھے شرمندگی ہوتی مگر مرحوم حکم فرماتے تو اپنی معلومات کے مطابق کچھ عرض کرتا، وہی سائل کو بتلا دیتے، کبھی میں عرض کرتا کہ حضرت مجھے اس کا جواب یاد نہیں، کتاب دیکھ کر بتلاؤں گا تو بہت خوش ہوتے، اور فرماتے: ہاں بھئی! مسائل میں اسی طرح احتیاط کرنی چاہئے۔

ایک مرتبہ میں مرحوم کے ساتھ حج میں تھا، دوران حج آگ لگنے کا یا اور کوئی حادثہ پیش آگیا، اور اس حادثہ کی وجہ سے بعض حضرات کا قیام مزدلفہ رہ گیا، کسی نے مرحوم سے اس بارے میں سوال کیا: تو آپ نے فرمایا: دم واجب ہوگا، میں نے تھوڑی دیر بعد تنہائی میں عرض کیا کہ: ایسے حالات میں فقہاء نے دم کے عدم وجوب کا حکم فرمایا ہے، اس لئے کہ یہ وجوب عذر سے ترک ہوا ہے، اور ساتھ ہی ''معلم الحجاج'' کا یہ جزئیہ دکھایا:

قاعدہ نمبر: ۷......واجبات حج اگر بلا عذر چھوٹ جائیں تو جزا واجب ہوتی ہے، اور اگر عذر کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو جزا واجب نہیں ہوتی۔

(معلم الحجاج ص ۲۰۷، ممنوعات احرام وحرم اوران کی جزا)

تو آپ نے فوراً اس صاحب کو بلایا اور اپنی بات سے رجوع کیا۔اس کے بعد پورے سفر حج میں کوئی بھی مسئلہ آپ نے لوگوں کو نہیں بتایا، جو آدمی کسی مسئلہ کو لے کر آتا تو میرے پاس

بھیج دیتے، میں نے بہت لجاجت سے عرض کیا: مولانا! مجھے شرمندہ نہ کریں، لوگ آپ کو پہچانتے ہیں، آپ سے پوچھنا چاہتے ہیں، میری بات پر کون اعتماد کرے گا، مگر مرحوم نے ایک نہ سنی۔

نوٹ:...... یہ تسامح کے واقعات مرحوم کے علمی مقام کو گھٹانے کے لئے نہیں لکھے گئے، بلکہ اس لئے لکھے گئے ہیں کہ ایک طبقہ کی طرف سے مرحوم پر ''ضدی'' ہونے کا الزام ہے، کیا اس طرح بلا کسی ردوقدح کے رجوع کرنے والے کو میں ''ضدی'' مان لوں؟

اس عاجز پر کچھ عرصہ مالی تنگی کا بھی گذرا، مولانا نے نہ جانے کیسے محسوس کرلیا، اور یاد پڑتا ہے کہ مجھ سے کچھ احوال ادھر ادھر کے پوچھے اور بچوں کی تعلیم اور فیس وغیرہ کی تفصیل پوچھی، شاید اس سے آپ کو محسوس ہوا ہوگا، بعد میں تنہائی میں بلا کر کہا کہ: اگر کبھی پیسوں کی ضرورت پڑے تو بلا تکلف مجھ سے کہہ دینا، اور جتنی ضرورت ہو مجھ سے لے جانا، پھر ایسا ہوا بھی کہ مجھے چند مرتبہ قرض لینے کی ضرورت پڑی تو مرحوم سے میں نے جتنی رقم کا مطالبہ کیا فوراً دے دی، کبھی یہ بھی نہ پوچھا کہ کب ادا کرے گا؟ بلکہ میں جب رقم لے کر ادا کرنے کے لئے گیا تو لینے سے انکار کیا، مگر میں نے اصرار سے وہ رقم ادا کی، اور عرض کیا کہ: مولانا! اگر آپ یہ رقم نہ لیں گے اور مجھے دوبارہ کبھی قرض لینے کی ضرورت پڑی تو شرم محسوس ہوگی، تب مرحوم نے وہ رقم واپس لی۔ اللہ تعالی مرحوم کو ان احسانات کا اپنی شایان شان بہترین بدلہ عطا فرمائے، یہ عاجز ان احسانات کے بدلے برابر ان کے لئے ایصال ثواب کرتا رہے گا، انشاءاللہ۔

## قاضی مجاہدالاسلام صاحب سے میرے تعارف کا ذریعہ مرحوم ہی تھے

حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب رحمہ اللہ کا ایک مرتبہ برطانیہ کا دورہ ہوا، اور

وہ عجیب دورہ تھا، کئی اکابر اس سفر میں ایک ساتھ ہو گئے، اور مولانا کے دولت کدہ پر ایک رونق لگ گئی۔ مرحوم کا ہمیشہ ہی میرے ساتھ یہ شفقت آمیز معاملہ رہا کہ: ان کے یہاں جب بھی ہندو پاک کے بزرگوں میں سے کسی کی آمد ہوتی تو مجھے یاد فرماتے، اور ساتھ ہی یہ حکم بھی ہوتا کہ: کھانا میرے ساتھ ہی کھالینا، کھانا تو ہو جاتا، مگر اس بہانہ سے کئی اکابر سے ملاقات اور تعارف کا موقع مل گیا۔ یہ بھی مرحوم کا مجھ پر ایک خاص احسان ہے (یہاں اس بات کی شکایت کرنے کو بھی جی چاہتا ہے: بعض اکابر کی آمد پر میرے اور بڑوں نے جن سے میرے تعلقات بھی اچھے تھے میں سے کسی نے اس طرح ملاقات اور تعارف کرانے کا حوصلہ افزا معاملہ نہیں کیا)۔

بہر حال مرحوم نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ سے میری تفصیلی ملاقات کرائی، اور نہ جانے میرے بارے میں کیا کچھ کہا کہ: حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اس طرح میرے ساتھ اپنائیت کا اظہار فرمایا کہ میں گویا ان کا کوئی پرانا شناسا ہوں، پھر پورے قیام میں ان کے ساتھ خوب رہنے اور خوب استفادہ کا موقع ملا، اسی سفر میں حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے میرے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے فتاوی ’’مرغوب الفتاوی‘‘ کی پہلی جلد کا مطالعہ فرما کر تقریظ بھی تحریر فرمائی۔ یہ سب مرحوم کے احسانات میں سے ہے۔

## بیکاری سے نفرت

مرحوم کی ایک خاص صفت یہ بھی تھی کہ آپ ہمیشہ کسی کام میں مصروف رہتے، مطالعہ کرتے، یا کوئی کتاب یا مضمون تحریر فرماتے، شرعی کاؤنسل کے کاموں میں وقت لگاتے، بیکاری سے سخت نفرت تھی، ہمیشہ فرماتے: یہ بھی کوئی زندگی ہے کہ آدمی بیکار رہے نہ دین کا

کوئی کام نہ دنیا کا۔

کسی نوجوان سے ملاقات ہوتی تو نام، خیر خیریت پوچھ کر اکثر پوچھتے کیا کام کرتے ہو؟ اگر وہ کسی کام میں مشغولی کا جواب دیتا تو خوش ہوتے، اور اس کو ترغیب دیتے کہ: برابر کام کرو، حکومت کے وظیفے پر نہ رہو۔ اگر کوئی کہتا کہ کوئی کام نہیں تو ناراض ہوتے، تنبیہ کرتے، اور ترغیب دیتے کہ کوئی بھی کام کرو، ذریعہ معاش میں کسی کام سے شرم محسوس نہ کرو، خود اپنے ہاتھ سے کماؤ، نوجوانی میں مفت خوری بڑی بری صفت ہے۔ مرحوم نے خود تجارت کا مشغلہ بھی اپنایا، اور حلال کمائی میں ایک معتد بہ وقت صرف کیا، مگر اس کے باوجود ذوق مطالعہ اور دینی خدمات سے غافل نہ رہے۔

## حق گوئی

مرحوم حق گوئی میں فرد فرید تھے، حتی الامکان منکرات پر نکیر فرماتے، اس معاملہ میں کسی کی رعایت نہیں تھی، بلاخوف ملامت اپنی استطاعت کے موافق اس فریضہ کو انجام دیا، کسی کی ناراضگی کے خیال سے مداہنت کو کبھی گوارہ نہیں کیا۔ اس زمانہ کے ماحول کے موافق مرحوم کو حق گوئی کا خمیازہ بھی بھگتنا پڑا، اپنوں سے اذیت اٹھائی اور اٹھانی پڑی مگر آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں فرمائی۔

مدینہ منورہ کے سفر میں عصر کے بعد مجھ سے کہا کہ: چل حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ کی ملاقات کر لیتے ہیں، مسجد نبوی علی صاحبہا السلام کے قریب ہی ایک بلڈنگ میں ان کے قافلہ کا قیام تھا، وہاں پہنچے تو کچھ حضرات آرام میں تھے، مرحوم کے پوچھنے پر انہوں نے کہا: ہم مثل ثانی پر عصر پڑھتے ہیں، آپ بہت ناراض ہوئے اور نکیر بھی کی۔

## رؤیت ہلال اوراوقات پر مرحوم کی محنت اوراستقامت

برطانیہ میں رؤیت ہلال اوراوقات صلوۃ کا مسئلہ بہت معرکۃ الآراءمسائل میں شمار ہوتا ہے۔اورعلماءواکابر کی ایک جماعت اس مسئلہ کی تحقیق تو درکنار بلکہ بات کرنے تک سے گریز کرتی ہے،اوراس مختلف فیہ مسئلہ میں پڑنا نہیں چاہتی،(مگرعملاً سب پڑرہے ہیں اور سب کو پڑنا ہی پڑتا ہے،کسی کوخلاصی نہیں،اس لئے کہ عیدسب کوکرنی ہے،روزے سب کو رکھنے ہیں،قربانی کرنی ہے،اعتکاف کرنا ہے،تکبیرتشریق سب کو پڑھنی ہے،خلاصی کب اورکیسے ممکن ہے؟تعجب ہے جس مسئلہ کے بغیر چھٹکارا نہیں اس میں نہیں پڑنا چاہتے،اور بعض علماءتبلیغ کے اختلاف میں خواہ مخواہ پڑرہے ہیں)مرحوم نے اس مسئلہ پر پوری قوت سے جس کوحق سمجھا اس کا اظہار کیا،بیانات کئے،کتاب ومضامین لکھے،حالات یہاں تک پہنچے کہ اپنوں سے بھی علیحدہ ہوگئے،تنہا ہوئے(اورصحیح تعبیر میں تنہا کئے گئے)عوام تو عوام خواص تک(بلکہ ایسے خواص جوان کے نظریئے کودرست اورراجح سمجھتے تھے،اوراس کا ئی مجالس میں اظہار بھی کر چکے تھےاورآج بھی کرتے رہتے ہیں)نے ترک تعلق کیا،ساتھ رہنے والے بیگانہ ہوگئے،مداح کی زبانیں ترک مدح تک رہتیں تو کوئی حرج نہ تھا،مگر برائی اورنازیبااورنامناسب کلمات بولنے لگیں۔مگرمرحوم نے استقامت کی مثال قائم کردی،اورجس مسئلہ میں خلجان ہوااولاً اس کی پوری تحقیق کی،تحقیق کے بعدجس کوحق‘ درست اورراجح سمجھا اس پرمکمل طور پرڈٹ گئے،اورآخرتک ڈٹے رہے۔لوگوں نے ضدی ہونے کا طعنہ دیا،حالانکہ یہ ضدنہیں،اپنے مسلک پرتصلب ہے،اگراپنے مسلک پر جمنے کا نام ضد ہےتو دوسری رائے رکھنے والے کیا ضدی نہیں؟کیا وہ اپنے مسلک پرڈٹے نہیں ہیں؟بلکہ خواص کا ایک طبقہ تو مرجوح سمجھنے کے باوجودعمل پیرا ہے۔

مرحوم کی یہ عادت بھی نہ تھی کہ ہر مجلس میں یا ہر کسی کے سامنے چاند یا اوقات نماز کا مسئلہ چھیڑ دیں، ہاں کوئی آپ کو چھیڑتا تو چھوڑتے بھی نہ تھے، گویا ''خود چھیڑتے نہ تھے کوئی چھیڑتا تو چھوڑتے نہ تھے''۔

## مرحوم نڈر تھے

مرحوم میں ایک صفت میں نے یہ بھی دیکھی کہ آپ کو کسی کا خوف نہیں تھا، طبیعت بہت نڈر واقع ہوئی تھی، شرعی کاؤنسل کے سلسلے میں کئی حضرات نے مرحوم سے دشمنی کی، دھمکیاں بھی دیں، بعض بدبختوں نے آپ کے گھر کی کھڑکی تک توڑ دی، الٹے سیدھے فون کئے اور ڈرانے کی ہر ممکن کوشش کی، مگر مولانا کسی کے سامنے ذرہ برابر نہ جھکے۔

بچیوں کے مقدمات آتے تو ایک مرحلہ کے بعد شوہر اور بیوی دونوں کو ساتھ بلاتے، اس میں بعض اوقات کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے جو بڑے غصہ سے بات کر کے مرحوم کو مرعوب کرنے کی کوشش کرتے، مگر آپ ذرہ برابر نہ ڈرتے، بلکہ پوری ہمت اور قوت سے ان پر حاوی ہو جاتے۔

ایک مرتبہ میری موجودگی میں کسی کا فون آیا اور اس نے کوئی دھمکی دی، مرحوم نے پوری قوت اور بلا خوف اس سے کہا: دیکھ بھائی میری تقدیر میں جو لکھا ہوگا وہ ہو کر رہے گا، اگر تیرے ہاتھ سے میری موت لکھی ہو تو مجھے یہ شہادت منظور ہے، جو کرنا ہے کر لے، میں نے اللہ تعالی کا حکم سمجھ کر جو فیصلہ کرنا تھا کیا ہے، اس میں کسی طرح تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

ایک مرتبہ ایک صاحب کا فون آیا: میں سعودی حکومت کو شکایت کروں گا کہ آپ سعودی رؤیت کے مخالف ہیں، مولانا نے اسے بھی برجستہ مکمل اعتماد سے جواب دیا: بھائی! فلاں تاریخ، فلاں ہوائی جہاز سے میں سعودی عرب جا رہا ہوں، اتنے بجے جدہ ہوائی اڈے پر

اتروں گا، پتہ نہیں آپ کب شکایت کریں گے، میرا سفر تو قریب ہے، فوراً شکایت کرلے، اور ساتھ ہی فرمایا: بھائی میرے! تقدیر پر تیرا کچھ ایمان بھی ہے یا نہیں؟ میرا تقدیر پر مکمل ایمان ہے، میرے بارے میں جو لکھا گیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

## ایک آزمائش

ایک مرتبہ مولانا کے گھر پر حکومت کی طرف چھاپہ پڑا اور ایک معاملہ میں تفتیش ہوئی، مکان چند دن کے لئے خالی کرنا پڑا اور آپ کو مع اہل وعیال کے ایک صاحبزادے کے گھر رہنا پڑا، ایسے کڑے وقت میں بھی مرحوم بڑے اطمینان سے رہے، دعا اور توجہ الی اللہ کی طرف مشغول رہے، مگر زبان سے واویلا کے الفاظ نہیں سنے گئے۔

اس ابتلاء کے وقت مرحوم نے بعض خواص کو دعا کے لئے فون کرنا چاہا تو ان حضرات نے خوف کے مارے فون تک نہ اٹھایا، تسلی اور تعزیت کے لئے آنے کا سوال ہی نہ تھا، چند اہل محبت اس وقت مرحوم کے ساتھ رہے، مرحوم نے ان کی قدر کی، کئی مجالس میں ان کا تذکرہ کیا، راقم الحروف اسی وقت عصر کے بعد آپ کے پاس پہنچا اور مغرب تک ساتھ رہا، کچھ تسلی کے جملے بھی عرض کئے، آپ بہت خوش ہوئے، اور خصوصی دعاء کا حکم فرمایا۔

## غرباء پروری، مدارس، مکاتب اور تصانیف کی اشاعت میں تعاون

مرحوم کو اللہ تعالی نے غرباء پروری اور فقراء کی اعانت وتعاون کی صفت سے متصف فرمایا تھا، اہل علم کی ایک بڑی جماعت کی مالی امداد فرمائی، کئی ضرورت مندوں کے مکانات بنوائے، ایک معتدبہ تعداد میں بیوہ اور یتیموں کی کفالت کا ذریعہ بنیں۔

مکاتب اور مدارس کا تعاون بھی خوب کیا، کئی اداروں کے ارباب اہتمام وسفراء کو یہاں بلایا اور ان کا تعاون کیا اور لوگوں کو ان کے تعاون کی طرف توجہ فرمایا۔

ہندوستان کی فقہ اسلامی اکیڈمی کو ایک وقت مالی ضرورت پڑی تو مرحوم نے ایک اہل علم کو یہاں مدعو کیا اور اسی سفر میں گراں قدر رقم کا بندوبست کروایا۔

''جامعہ علوم القرآن'' جمبوسر کی بناء اور افتتاح میں مرحوم کا قابل قدر حصہ ہی نہیں بلکہ آپ اس کے روح رواں تھے، مرحوم نے اس ادارہ کے لئے انتھک کوشش کی، گراں قدر مالی تعاون کیا اور کروایا، وہاں کے سفراء کی ایک اچھی تعداد کو ہر سال برطانیہ بلانے کا انتظام کیا، جس سے ادارہ کو بڑی قوت ملی، اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ نومولود ادارہ ہندوستان کے مؤقر اداروں میں شمار ہونے گا، بلکہ کئی قدیم اداروں سے ہر لائن سے ترقی کر گیا، یہ مرحوم کا ایک عظیم صدقۂ جاریہ ہے۔

گجرات کے اداروں میں ''جامعہ علوم القرآن جمبوسر'' اور ''جامعۃ القراءات کفلیتہ'' نے قلیل مدت میں حیران کن ترقی کی، اور پورے ہندوستان میں اپنا لوہا منوایا، اللہ تعالی ان کو (اور تمام دینی اداروں کو) مزید ترقیات عطا فرمائے، اور ہر طرح کے شرور وفتن سے محفوظ فرمائے۔

ہمارے محلّہ میں ''مسجد بلال'' کی تعمیر شروع ہوئی تو مرحوم نے مجھے بلا کر بطور چندہ دو ہزار پاؤنڈ دیئے اور فرمایا: کسی کے سامنے اس کا اظہار نہ کرنا حتی کہ میری اولاد کے سامنے بھی، میں نے اپنی مرحومہ بیوی کے ایصال ثواب کے لئے یہ نیت کی تھی کہ تجھے مسجد کے لئے یہ رقم دوں گا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ہماری مسجد کے لئے کسی عالم کا یہ پہلا اور بڑا عطیہ تھا۔

مرحوم نے کئی حضرات علماء کی کتابوں کی اشاعت میں حصہ لیا اور معقول رقم کا انتظام فرمایا، مجھے یاد ہے کہ: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کے ''درس قرآن'' اور آپ کی

سوانح اور آپ کی وفات پر خصوصی نمبر کی اشاعت میں مرحوم کا اچھا خاصہ حصہ رہا۔

حضرت مولانا عبدالغنی صاحب دہلوی رحمہ اللہ کی سوانح حیات بھی آپ ہی کی محنت سے وجود میں آئی۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کے فتاوی ''فتاوی باقیات الصالحات'' کی اشاعت میں بھی آپ نے خصوصی دل چسپی لی اور یکمشت اچھی رقم کا عطا فرمائی۔ یہ تو میرے سامنے کی باتیں ہیں، ان کے علاوہ نہ جانے مرحوم نے کن کن حضرات مصنفین کا تعاون فرمایا۔

راقم الحروف نے حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری ثم راندیری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ کی سوانح ''حیات عبدالرحیم'' کے نام سے مرتب کی، مرحوم نے اسے من وعن دیکھا اور بہت حوصلہ افزائی فرمائی۔

راقم الحروف کو اپنی تمام تصانیف میں مالی خسارہ اسی کتاب سے ہوا، اور میں قرض دار ہوگیا، میرا گناہ یہ تھا کہ میں نے اس کتاب کی اشاعت میں اللہ تعالی کی ذات اقدس پر بھروسہ کے بجائے دوسروں پر بھروسہ کیا کہ فلاں فلاں صاحب اس کی اشاعت کا انتظام کریں گے، مگر جب کتاب کی تکمیل اور کتابت کے سارے مراحل طے ہوگئے تو جن پر مجھے اعتماد تھا ان کی طرف سے بالکل سکوت نظر آیا، میں نے اشارہ کنایہ میں ان کے سامنے عرض بھی کیا کہ: کتاب طباعت کے لئے تیار ہے، مگر کوئی مثبت جواب نہ ملا تو مجھے خود ہی اس کی اشاعت کا انتظام کرنا پڑا، اور ایک خطیر رقم مجھے صرف کرنی پڑی، اس کی اشاعت کے بعد بھی ہم گجراتیوں کی بے حسی کے نتیجے میں ساری کتابیں تقریبا مفت ہی تقسیم کرنی پڑیں، مرحوم واحد شخصیت ہیں جنہوں نے بلا میرے کسی طلب کے فرمایا: ایک سو نسخوں کے

پیسے مجھ سے لے لینا، اور پچاس نسخے ہندوستان میں اور پچاس نسخے یہاں علماء کی خدمت میں ہدیہ کردینا۔ اللہ تعالی مرحوم کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی رحمہ اللہ ایک مرتبہ برطانیہ تشریف لائے، چند دن باٹلی میں بھی ان کا قیام رہا۔ اس سفر میں موصوف کو فراہمی چندہ میں خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی، موصوف سے میں نے خود اس بارے میں مایوسانہ جملے بھی سنے، میں نے مرحوم کے سامنے اس کا تذکرہ کیا، تو پوچھا: موصوف ہیں؟ یا تشریف لے گئے؟ میں نے عرض کیا: آج ان کا سفر ہے، مرحوم نے افسوس کا اظہار کیا، اور فرمایا: مجھے پہلے اطلاع کی ہوتی تو میں حتی المقدور خود ان کا تعاون کرتا، اور اللہ تعالی کی ذات سے امید ہے کہ اچھی رقم جمع ہوجاتی، کاش موصوف مجھے حکم فرماتے، پھر فرمایا: موصوف اور دارالعلوم کے اختلافات میں میرا میلان دارالعلوم کی طرف ہے، مگر موصوف جس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ ان کا تعاون کیا جائے، اس خاندان کا پورے عالم اسلام پر بہت بڑا احسان ہے۔

## شرعی کاؤنسل کا افتتاح

شریعت مطہرہ نے کئی حکمتوں اور مصلحتوں کی وجہ سے طلاق کا اختیار مرد کو دیا ہے، عورت کسی صورت میں طلاق دینے کی مکلّف نہیں کی گئی، مگر دین اسلام کی منصف مزاجی کا تقاضہ تھا کہ عورت کے لئے شوہر سے آزادی کا کوئی راستہ ہو، بعض مرتبہ طرفین کے مزاج میں توافق کا نہ ہونا، ہر ممکن کوشش کے باوجود نباہ نہ ہوسکنا ممکن ہے، اور بعض مجبور عورتوں کی ظالم شوہروں سے خلاصی کا کوئی معقول نظام ضرور ہونا چاہئے، اس لئے شریعت نے فسخ نکاح کا نظام قائم کیا، اور مسلمان قاضی کو یہ اختیار دیا کہ ایسے حالات میں شرعی اصولوں کے تحت فسخ نکاح کے ذریعہ عورت کو آزاد کرے۔

برطانیہ جیسے آزادانہ ماحول میں بھی سینکڑوں عورتیں مظلومیت کی شکار نظر آئیں، اور یہاں بھی گھریلو معاملات میں ایسا بگاڑ پیدا ہوگیا کہ الامان والحفیظ، پھر یہاں غیر اسلامی عدالت کا نظام ہے، اس لئے ضرورت تھی کہ اہل حق کی جماعت اہل دیوبند میں بھی کوئی ایسی تنظیم ہو اور ایک ایسا ادارہ قائم کیا جائے جو وقت کی اس اہم ضرورت کو پورا کر سکے، اللہ تعالی نے یہ سعادت مرحوم کے حصہ میں لکھی تھی، مرحوم چونکہ رفاہی کاموں سے منسلک تھے، اورعوام سے رابطہ بھی تھا، اہل مصائب اپنے حالات لے کر آپ کے پاس برابر آتے تھے، مرحوم نے جب اس قسم کے گھریلو معاملات کے پریشانیوں کی کثرت دیکھی تو خیال آیا کہ اس کا حل ہونا چاہیئے، اس سلسلہ میں آپ نے فقیہ عصر حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب قاسمی رحمہ اللہ سے رابطہ کیا اور ان سے مشاورت کی، ایک عرصہ غور وخوض کے بعد شرعی کاؤنسل کے افتتاح کا فیصلہ فرمایا۔

بعض لوگوں کو چونکہ مرحوم سے پہلے ہی سے مناسبت نہ تھی، بعضوں کو صرف اور صرف دومسئلوں میں اختلاف کی وجہ سے دشمنی وعداوت تک تھی، ان کو مرحوم کے بدنام کرنے کا اچھا بہانہ مل گیا اور انہوں نے بلا تحقیق اس ادارے کے حوالے سے مرحوم کے خلاف خوب پروپیگنڈے کئے، تہمتیں لگائیں، الزامات کی بھرمار کیں، مرحوم ان واہیات کو ایک کان سے سنتے' دوسرے کان سے نکال دیتے، اوران کی طرف توجہ بھی نہ دیتے، بعض اہل محبت کے اصرار پر مجبوراً کسی کو جواب دیا، اوران سے فون پر بات کی، ورنہ اس طرف قطعاً توجہ نہ دیتے، فرماتے: میں ان کے جواب کی طرف توجہ کروں تو میرا ضروری کام رہ جائے گا۔

ان پروپیگنڈوں سے علماء کی ایک جماعت بھی متأثر ہوگئی اور انہوں نے بھی بلا تحقیق مرحوم کے خلاف ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ اللہ تعالی کی شان اس کے بعد ایک وقت ایسا بھی

آیا کہ ان اہل علم میں سے بعض کو مرحوم کے پاس اپنا معاملہ لے کر آنا پڑا، اور مولانا نے ان کا مقدمہ بھی سنا اور فیصلہ کیا۔

ایسے ہی پروپیگنڈہ کی ایک مثال پڑھئے! ایک عالم نے شکایت کی کہ آپ نے بلا تحقیق فسخ نکاح کر دیا ہے، یہ فیصلہ درست نہیں، ان کی شکایت پر مقدمہ کی فائل دیکھی گئی تو معلوم ہوا کہ وہ فسخ نہیں تھا بلکہ شوہر کی طرف سے طلاق کی صراحت تھی۔ دیکھئے! کس قدر بلا تحقیق تنقید کی گئی۔

اس سلسلہ کا ایک دلچسپ قصہ بھی پڑھئے! ایک مرتبہ راقم الحروف برطانیہ کے ایک بڑے شہر میں کسی کام سے گیا تھا کہ ایک صاحب آئے اور ملاقات وتعارف کے بعد کہنے لگے: آپ اس ڈیوز بری سے ہیں، جہاں وہ مولوی یعقوب رہتا ہے، اس نے میری بیوی کا نکاح فسخ کیا تھا، میں نے اس سے کہا: میں شرعی کاؤنسل کا رکن نہیں ہوں، آپ اس سلسلہ میں خود مولانا سے بات کرے۔ میں نے واپس آکر مرحوم کو واقعہ سنایا، تو آپ نے فرمایا: تو ان کو میرا پیغام پہنچا دے کہ تو نے جو دوسری شادی کی ہے، اس بیوی کا پہلے شوہر سے نکاح بھی میں نے ہی فسخ کیا ہے۔ اگر میرا فیصلہ شرعی نہیں ہے تو تیرا دوسرا نکاح بھی نہیں ہوا، اسے فوراً علیحدہ کر دے، میں نے ان صاحب کو یہ پیغام پہنچایا تو ''فبھت الذی'' کا منظر نظر آیا۔

لوگوں نے خوب غلط فہمیاں پھیلائیں، کہ آپ لوگوں کی عورتوں کو طلاق دیتے رہتے ہیں اور نکاح فسخ کرتے رہتے ہیں۔ مولانا نے مجھ سے خود فرمایا: میں انسان ہوں، مجھ سے ممکن ہے کہ غلطی بھی ہوئی ہو، شرعی کاؤنسل کے کسی فیصلہ میں درست فیصلہ نہ بھی ہو پایا ہو، مگر میں اپنی طرف سے پوری کوشش کرتا ہوں، شرعی اصولوں کا پورا لحاظ رکھتا ہوں، کیا مجھے

اللہ تعالی کا خوف نہیں کہ میں کسی کی بیوی کواس سے علیحدہ کردوں، مجھے اللہ تعالی کے یہاں جواب دہ نہیں ہونا ہے، مجھے تو ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ اللہ تعالی اس معاملہ میں میری پکڑ نہ فرمائے، ایک مجبوری کے تحت اس کام کو بادل ناخواستہ انجام دیتا ہوں، کئی مجبور عورتوں کی شکایات سن کر آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں، دن بھر بے چینی رہتی ہے، اور مجھے تو اللہ تعالی کی ذات سے پوری امید ہے کہ میں نے اس کام کے ذریعہ جن مجبور اور مظلوم عورتوں کی حمایت کی ہے اور ان کو خلاصی دی ہے اسی پر اللہ تعالی میری مغفرت فرمائیں گے۔لوگ جو چاہے کہتے رہیں، کسی کی زبان کون بند کرسکتا ہے؟۔

ایک عورت کا فون آیا اور رو رو کر مرحوم کو دعا دے رہی تھی، اور کہہ رہی تھی: مولانا! میری زندگی اجیرن بن چکی تھی، میں ظلم کی چکی میں پس رہی تھی، بے سہارا تھی، اللہ تعالی آپ کو دارین میں بہتر بدلہ عطا فرمائے، آپ نے مجھے ظالم کے ظلم سے نجات دلائی، میں ہر وقت آپ کے لئے دعا کرتی ہوں، اور کرتی رہوں گی۔ایسے ایک نہیں دسیوں مظلوم عورتوں کے واقعات ہیں۔

اہل علم کو چاہئے کہ ان کے پاس کوئی ایسی شکایات پہنچیں تو آپ خود شرعی کاؤنسل کے دفتر میں آکر ان کے طریقۂ کار کو دیکھیں، ان سے معلومات حاصل کریں، ایک دو مقدمات میں شرکت کریں، پھر فیصلہ فرمائیں کہ ان کا فیصلہ درست ہے یا غلط؟ بلا تحقیق لوگوں کی بات پر کوئی نظریہ قائم کرلینا شرعی اعتبار سے کیا درست ہے؟

یہاں کوئی مقدمہ آتا ہے تو عورت سے پہلے تحریری تفصیل لی جاتی ہے، پھر اس کی کاپی شوہر کو بھیجی جاتی ہے، اور اس کو کہا جاتا ہے کہ تیرے خلاف تیری بیوی کی یہ شکایتیں ہیں، کیا یہ درست ہیں؟ تو انہیں قبول کرتا ہے، یا دفاع کرنا چاہتا ہے؟ اور اسے جواب کا مکلّف کیا

جاتا ہے، اگر وہ جواب نہ دے تو دوسرا خط بھیجا جاتا ہے، اور اس میں تاکید کی جاتی ہے، اگر جواب نہ دو گے ایک اور موقع دیا جائے گا پھر ہم اپنا فیصلہ کریں گے، اور اس میں یہ نہیں کہ بلا تحقیق فیصلہ کر دیا جاتا ہے، عورت سے گواہی لی جاتی ہے، قسم لی جاتی ہے، پھر فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر مرد جواب دیتا ہے اور ان شکایات کا انکار کرتا ہے، تو عورت کو وہ خط بھیجا جاتا ہے، پھر دونوں کو ایک ساتھ علماء کی جماعت کے سامنے حاضر کیا جاتا ہے، اور دونوں سے آمنے سامنے سوالات و جوابات ہوتے ہیں، پوچھ گچھ کی جاتی ہے، اپنے مدعا پر گواہ طلب کئے جاتے ہیں، ان مراحل میں بعض مرتبہ تو ایسا ہوا کہ آپس کی غلط فہمیاں دور ہوئیں اور صلح ہوگئی، بعض مرتبہ وقت دیا جاتا ہے کہ کچھ عرصہ ساتھ رہو ایک دوسرے کو معاف کرو، پھر بھی اگر معاملہ نہ سدھرے تو دوبارہ آنا، اس میں بھی بعض گھرانے آباد ہو گئے اور طلاق سے بچ گئے، بعض مرتبہ شوہر سے درخواست کی جاتی ہے کہ اب بظاہر آپ کا معاملہ حد سے گذر گیا ہے، جدائی کے بغیر کوئی راستہ نظر نہیں آتا بہتر ہے کہ آپ طلاق دیدیجئے، اس پر شوہر نے خود طلاق دی، کبھی دونوں کو سمجھا کر خلع کرایا گیا۔ اب اگر اس طرح کی ساری اصلاحی تدابیر ناکام ہوئیں تو فسخ نکاح کیا جاتا ہے، اور اس کارروائی کی پوری تفصیل اور کاغذات کی کاپیاں ایک وقت تک دفتر میں محفوظ رکھی جاتی ہیں۔ یہ ہے شرعی کاؤنسل کا مختصر طریقۂ کار۔

اس بات کا اظہار بھی ضروری ہے کہ یہ معاملہ غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، اس لئے میں شرعی کاؤنسل کے ارباب حل وعقد اور علماء کی جماعت سے مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ آئندہ بھی اس ادارے کو مرحوم کے نہج پر چلانے کی پوری کوشش کی جائے، فیصلہ میں پوری تحقیق اور دیانت داری کے پہلو کو سامنے رکھا جائے، بلا کسی مرعوبیت کے جس رائے پر اہل علم متفق ہوں اس پر فیصلہ کیا جائے، اور اللہ تعالی سے دعا بھی کی جائے کہ اللہ تعالی صحیح

فیصلہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آپ کے ذرا سے غلط فیصلہ سے بہت سے مسائل پیدا ہوں گے، اگر آپ کی طرف سے غفلت برتی گئی تو کل قیامت کے دن اس کا حساب بھی دینا پڑے گا، اللہ تعالی آپ سب حضرات کو صحیح نہج پر اور شرعی اصولوں سے کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

## مسجد حراء کی بناء مرحوم کا صدقۂ جاریہ

شرعی کاؤنسل کا سارا نظام اور دفتر مرحوم کا دولت کدہ ہی تھا، وہیں سے خطوط روانہ کئے جاتے، طرفین کو وہیں بلایا جاتا، ان سے وہیں میٹنگ کی جاتی، یہ سارے کام مرحوم کے مکان پر ہی ہوتے تھے،اس لئے ضرورت تھی کہ ایک مستقل جگہ ہو، دفتر ہو، مرحوم اس کے لئے مناسب جگہ کی تلاش میں تھے کہ اللہ تعالی نے قریب ہی میں ایک بہت مناسب جگہ کا بندوبست فرمادیا، اور بعض مخلصین کی محنت سے وہ جگہ خریدی گئی اور اس میں شرعی کاؤنسل کا دفتر منتقل کیا گیا، ساتھ ہی اس علاقے میں مسجد کی ضرورت بھی تھی، تو اللہ تعالی نے اسی جگہ کو مسجد حراء کے نام سے آباد فرمادیا۔مرحوم کے نامۂ اعمال میں اس مسجد کی بناء انشاء اللہ صدقۂ جاریہ ہوگی۔اس جگہ کو اولا قرض سے خریدا گیا، اللہ تعالی نے بہت مختصر وقت میں قرض کی ادائیگی کا بھی بندوبست فرمادیا، اور کئی اہل تعلق نے مولانا کی اس درخواست پر کہ:اس ہفتہ کی پوری تنخواہ مسجد حراء کے لئے مختص کی جائے'' ایک معتد بہ تعداد نے ہفتہ کی تنخواہ کا لفافہ کھولے بغیر مرحوم کو پہنچایا۔

## درس قرآن اور تفسیری مطالعہ

مرحوم نے مسجد زکریا میں تقریبا:۱۷/سال قرآن کریم کا کامیاب درس دیا، اور پورے قرآن پاک کی تفسیر مکمل کی، مرحوم اس درس کے لئے پانچ تفسیروں کو من وعن دیکھتے: علامہ

آلوسی رحمہ اللہ کی ''روح المعانی'' حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ''تفسیر ابن کثیر'' قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کی ''تفسیر مظہری'' اور حضرت مفتی محمد شفیع صاحب وحضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمہما اللہ ''معارف القرآن''۔ان کے علاوہ کبھی کبھی اور تفاسیر جیسے علامہ رازی رحمہ اللہ کی ''تفسیر کبیر'' مولانا مودودی صاحب کی ''تفہیم القرآن'' اور سید قطب شہید رحمہ اللہ کی ''فی ظلال القرآن'' بھی زیر مطالعہ رہتیں۔

فرماتے: ساری مساجد میں ائمہ کو درس تفسیر ضرور کرنا چاہیئے، اس پر افسوس کا اظہار فرماتے کہ گجرات میں اس کا بالکل رواج نہیں، پاکستان میں اس کا اچھا شوق دیکھنے میں آیا۔ تفسیر میں آدمی سب باتیں کہہ سکتا ہے، یہ بڑی جامع کتاب ہے، اس میں فضائل بھی ہیں مسائل بھی ہیں، درس قرآن سے عمدہ طریقہ سے عقائد کی اصلاح کی جا سکتی ہے، معاشرہ کے بگاڑ کا پورا حل قرآن کریم میں ہے۔

درس قرآن کریم کے علاوہ آپ نے مسجد میں ''حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم'' بھی مکمل سنائی۔اس کی تکمیل کے بعد حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ کی ''معارف الحدیث'' کا بھی درس دیا۔ کچھ عرصہ ''حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی ''ترجمان السنۃ'' کا درس بھی دیا۔ فرماتے: اردو زبان میں حدیث کی دو کتابیں بہت جامع ہیں: ایک ''معارف الحدیث'' عوام وخواص دونوں کے لئے، اور ''ترجمان السنۃ'' خواص کے لئے بڑی عمدہ کتاب ہے۔

## اکابر نے آپ کی قدر کی اور اصاغر نے؟

عجیب بات ہے کہ اکابر نے آپ کی قدر کی، اصاغر نے ناقدری کی، اکابر آپ پر اعتماد کرتے تھے، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بعض متعلقین

کولکھا کہ: آپ مولانا یعقوب صاحب سے مشورہ کیا کریں۔( گرچہ ان میں سے اکثروں نے اپنے شیخ کا یہ حکم نہ مانا، یہ اس زمانہ کے مریدین کا اپنے شیخ کی اطاعت کا کارنامہ ہے ) اکثر اکابر ہندو پاک سے برطانیہ کے دورے پر آتے تو آپ کی زیارت کے لئے آپ کے دولت کدہ پر تشریف لاتے، مثلا: حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا علی میاں ندوی صاحب، حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب قاسمی، حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی، حضرت مولانا عبدالرزاق سکندر صاحب، حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کاپودروی، حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولوی، حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری، حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی، حضرت مولانا ابوبکر غازی پوری وغیرہ حضرات کوخود اس عاجز نے دیکھا۔

یہ بھی عجیب حقیت ہے کہ اس زمانہ کے اکثر اصاغر خطباء اور برطانیہ کے اکثر علماء نے یہ تکلیف گوارہ نہ فرمائی کہ ڈیوزبری کی آمد پر مرحوم سے ملاقات کریں۔ ہماری قوم کا مزاج مردہ پرستی تو مشہور تھا اب پیر پرست کہنا بھی شاید درست ہو، یہ پیروں کے پیچھے پھرنے والوں کو کب علم اور اہل علم کی قدر ہوسکتی ہے؟ یہ پیر پرست قوم پیروں کے پیچھے لمبے لمبے اسفار اور اپنے اوقات اور اموال صرف کرنے پر فخر کرتی ہے، مگر انہیں اپنے مقامی صاحب علم وصاحب تقوی علماء کا خیال تک نہیں آتا۔

اس ملک میں دو عظیم شخصیتوں کی قدر- عوام سے شکایت نہیں- خواص نے بھی جیسی کرنی چاہئے نہ کی، ایک عالم اسلام کی عظیم المرتبت شخصیت جسے بحر العلوم کہنا چاہئے یعنی علامہ خالد محمود صاحب رحمہ اللہ اور مولانا مرحوم کی۔

حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ نے ''واپی'' گجرات کے عظیم اجتماع

میں مرحوم کا بیان طے کروا کر نا قدری کرنے والوں کو ان کی قدردانی کا سبق دیا۔مرحوم نظام الدین مرکز تشریف لے گئے تو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ نے عصر کے بعد آپ کا بیان کروایا۔حضرت جی رحمہ اللہ نے اپنے آخری سفر میں ڈیوزبری پہنچ کر تھوڑی ہی دیر بعد مرحوم کو یاد فرمایا، ملاقات پر پوچھا: مولانا! آج کل فجر کا وقت کب شروع ہوتا ہے؟ مرحوم نے بتایا کہ: ایک بج کر چوبیس منٹ پر، فورا خادم خاص مولانا سلیمان صاحب کو حکم فرمایا کہ: ایک پچیس پر اذان ہوگی اور صاحبزادۂ محترم مولانا زبیر الحسن صاحب کو امامت کا حکم فرمایا، اور پورے قیام ڈیوزبری میں اول وقت فجر ادا فرمائی، راقم الحروف بھی اس جماعت میں شریک رہا، یہ آنکھوں دیکھا واقعہ ہے۔

مرحوم رائیونڈ مرکز تشریف لے گئے تو مرکز کے روح رواں حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ نے مغرب کی نماز بعد شب جمعہ کا اہم بیان آپ سے کروایا۔

راقم الحروف مرحوم کی معیت میں جے پور کے فقہی سمینار میں شریک ہوا، اس میں عالم اسلام کے مشہور عالم اور فقیہ شیخ وہبی زہیلی رحمہ اللہ بھی تشریف لائے تھے، راقم مولانا فضل رحیم صاحب کے حکم پر ان کے استقبال کے لئے ہوائی اڈے پر حاضر ہوا، ملاقات پر میں نے ڈیوزبری کا تذکرہ کیا تو فرمایا: وہاں تو میرے دوست ہیں؟ میں نے پوچھا کون؟ تو فرمایا: شیخ یعقوب قاسمی۔

یورپ ممالک میں مقیم کئی عرب علماء اور تبلیغی جماعت کے خواص ڈیوزبری آتے تو ضرور آپ سے ملاقات کے لئے مرحوم کے دولت کدہ پر حاضر ہوتے، بڑی محبت سے ملتے۔مرحوم چونکہ بے تکلف عربی گفتگو پر قدرت رکھتے تھے، اس لئے ان سے بھی بڑی پر تکلف مجلس رہتی، ہم چھوٹوں کو ان سے بہت کچھ سیکھنا ملا۔

مرحوم کو اللہ تعالی نے اردو گجراتی اور عربی تینوں زبانوں پر بات کرنے اور بیان کی قدرت عطا فرمائی تھی، اردو تو خیر آپ کی تعلیمی زبان تھی، گجراتی مادری زبان تھی، اس لئے بہت اچھا بولتے اور بیان کر سکتے تھے، گجراتی تحریر پر خوب قدرت تھی، بلا تکلف اور بڑی روانی سے گجراتی پڑھتے تھے۔عربی بھی بڑی آسانی سے بولتے اور بلا تکلف بیان فرماتے۔ اس لئے عرب کے عوام وخواص آپ سے مانوس تھے۔

ہندوستان کے فقہی سمیناروں میں اکثر شریک ہوتے، قاضی صاحب کی اس خدمت سے بہت متأثر تھے، واپسی پر بڑی تفصیل سے اجلاس کی کارگذاری سناتے، مجھے برابر ترغیب دیتے رہے کہ میں بھی ان میں شرکت کروں، مگر مولوی کی مجبوریاں اس کی اجازت کب دیتی ہیں؟ تاہم ان کے اصرار پر اور حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کے خصوصی حکم پر راقم دو اجلاس میں شریک ہو سکا، ایک جے پور اور دوسرے ''جامعہ علوم القرآن جمبوسر'' میں، مجھے اس سے بہت فائدہ ہوا، اور آئندہ بھی شرکت کی نیت کی، مگر اپنے کچھ ذاتی حالات اور مشغولیوں کی بنا پر اب تک شرکت سے محروم ہی رہا۔

عربی کتابوں کا مطالعہ بھی بے تکلف کرتے تھے، اور بڑی روانی سے عربی عبارات پڑھتے تھے، کئی مرتبہ راقم نے خود ان کو عربی عبارات پڑھتے دیکھا اور سنا۔

اپنے اساتذہ کرام میں حضرت شیخ اجمیری رحمہ اللہ کا تذکرہ بہت والہانہ انداز میں کرتے تھے، ان کے بہت معتقد تھے، طالب علمی کے زمانہ میں حضرت کی خدمت بھی خوب کی۔

حضرت مدنی رحمہ اللہ کے مجاہدے اور ان کے اوصاف کا تذکرہ کرتے تو گویا گم ہوجاتے۔ پوری ''بخاری'' اور ''ترمذی'' ان سے پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔

## خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کی سعادت

مرحوم کو اللہ تعالی نے اس نعمت سے بہرہ ور فرمایا تھا کہ آپ کو خانہ کعبہ کے اندر نماز کی سعادت حاصل ہوئی، ہوا یہ کہ مسجد حرام کے امام اور رئیس شیخ سبیل رحمہ اللہ سے مرحوم کے تعلقات تھے، ایک مرتبہ شیخ نے ملاقات پر فرمایا: کل خانہ کعبہ کو کھولا جائے گا، مرحوم نے یہ چاہت ظاہر کی کہ: مجھے بھی اندر داخل ہونے کی سعادت مل جائے تو زہے نصیب، شیخ نے فرمایا: ٹھیک ہے کل فلاں وقت آپ مطاف میں خانہ کعبہ کے قریب آجائے، اتفاق یہ ہوا کہ شیخ کسی وجہ سے تشریف نہ لا سکے، مرحوم نے وہاں کے خدام سے کہا کہ: مجھ سے شیخ سبیل نے یہ وعدہ کیا ہے کہ: تجھے خانہ کعبہ کے اندر لے جاؤں گا، اس نے اولا نے معذرت کی، مگر جب دروازہ کھولا گیا تو آپ کو اندر جانے کی اجازت دے دی۔ اس طرح مرحوم کو اللہ تعالی نے اس سعادت عظمی کے حصول کا موقع عنایت فرمایا۔

## دعوت و تبلیغ کے اسفار

مرحوم کی پوری زندگی علم و دین کی اشاعت میں گذری، فراغت کے بعد مختلف جگہوں پر تدریسی خدمات انجام دیں۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کی تحریک دعوت و تبلیغ میں لگے اور خوب لگے، عرب و عجم ممالک کے اسفار کیئے۔ عراق، شام فلسطین، اردن وغیرہ کے متعدد اسفار ہوئے، اور اس دور میں یہ اسفار ہوئے جب مجاہدہ کا زمانہ تھا، کام کا اتنا تعارف نہ تھا، لوگوں میں اجنبیت تھی، فتوحات کا دور نہ تھا، آج کی طرح راحت و آرام اور دعوت طعام کا ماحول نہ تھا۔ برطانیہ کی آمد بھی بزرگوں کے حکم و مشورہ سے ہوئی۔

امیر تبلیغ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ سے بہت زیادہ متأثر تھے، ان کی مصروفیات، ان کا دعوت کے کام سے انہماک، ان کے مواعظ کو مزے لے لے

کر سناتے۔فرماتے : بارہا دیکھا کہ: حضرت رحمہ اللہ چائے یا ناشتہ کے لئے بیٹھے ہیں، ساتھ ہی آنے والوں کو بات سمجھا رہے ہیں،ترغیب دے رہے ہیں اور چائے ٹھنڈی ہوگئی، خدام نے گرم کی پھر لائے ،سامنے رکھی ، پھر ٹھنڈی ہوگئی،ان کو چائے ، ناشتہ اور کھانے کی طرف دھیان ہی نہ تھا،بس یہ فکر تھی یہ مجمع کام سمجھ لے اور کام کی فکر لے کر جائے۔

ایک مرتبہ سنایا کہ: میں پہلی مرتبہ نظام الدین پہنچا تو فجر کے بعد کا وقت تھا اور حضرت رحمہ اللہ بیان فرما رہے تھے، میں نے مرکز کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے سنا،آپ فرما رہے تھے:

اللہ تعالی کی اطاعت کرو، اور آپ ﷺ کی سنت کا اتباع کرو، ورنہ (بیان کے موضوع کے خلاف فرمایا: ورنہ ) ایران میں زلزلے آئیں گے۔

ہم نے اسی دن سنا کہ ایران میں سخت زلزلے آئے۔

حضرت جی رحمہ اللہ جب ’’حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم‘‘ تحریر فرما رہے تھے،اس وقت بھی مرحوم نے اس میں حضرت رحمہ اللہ کی معاونت فرمائی۔

## تصانیف اور ان کا مختصر تعارف

مرحوم نے اپنے پیچھے بطور صدقۂ جاریہ کے چند تصانیف بھی چھوڑیں،جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)......’’برکات اعمال ترجمہ فضائل الاعمال‘‘۔

یہ حافظ ضیاء الدین المقدسی (متوفی:۶۴۳ھ ) کی ’’فضائل الاعمال‘‘ پر بڑی بہترین اور گراں قدر تصنیف ہے،اس میں وضو،نماز ، جنازہ ، روزہ ، زکوۃ ، حج ، نکاح ، معاملات ، قرآن کریم اور علم اور آداب کے متعلق آپ ﷺ کے ارشادات سے بہت عمدہ طریقے

سے اعمال کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔مرحوم نے اس کا بہت آسان اور بامحاورہ ترجمہ کیا،ترجمہ کے مطالعہ سے قطعامحسوس نہیں ہوتا کہ یہ ترجمہ ہے،مولانا کے قلم کا کمال ہے کہ یہ ایک مستقل تصنیف معلوم ہوتی ہے۔یہ:۱۹۲رصفحات پر مشتمل بہت مفیداور قابل مطالعہ کتاب ہے۔

(۲)......’’اوقات صوم وصلوۃ‘‘۔

(۳)......’’برطانیہ میں وقت عشا کے بارے میں تحقیق‘‘۔

(۴)......’’برطانیہ میں صبح صادق کا صحیح وقت‘‘۔

(۵)......’’ضمیمہ برطانیہ میں صبح صادق کا صحیح وقت‘‘۔

(۶)......’’برطانیہ واعلی عروض البلاد پر صبح صادق وشفق کی تحقیق‘‘۔(اس کتاب میں :۲؍۳؍۴؍۵رنمبر پر لکھے گئے تمام رسائل کوجمع کردیا گیا ہے)۔

نماز کوصحیح وقت پر پڑھنا ضروری ہے،اسی طرح روزہ کی ابتداءصبح صادق سے ہے۔اس کے بعد کھانے سے روزہ نہیں ہوتا،اوروقت کی صحیح تعیین نہ ہواورصبح صادق کے بعد کھانا کھایا گیا تو رمضان المبارک کے فرض روزے فاسد ہوجاتے ہیں۔ برطانیہ چونکہ غیر معتدل ملک ہے، یہاں اوقات کی تعیین آسان نہیں،شروع میں جولوگ یہاں آئے ان میں اکثر علماء وعوام انگریزی زبان سے واقف نہیں تھے،اس لئے ان حضرات نے اپنی تحقیق کے مطابق کوشش کی اوراپنے طور پر جوتحقیق ہوسکی اس کوسامنے رکھ کرٹائم ٹیبل بنایا، وہ اس پر بھی عنداللہ ماجورہوں گے،انشاءاللہ۔

مگر بعد میں یہاں اچھے صاحب استعداداہل علم کی آمد ہوئی،اوران کے سامنے حقائق واضح ہوئے کہ یہاں کے اوقات نماز وصبح صادق میں تسامح ہواہے،اس پر نماز یاروزہ کا

دارومدار رکھنا اپنی نماز اور روزہ کو ضائع کرنا ہے، اس لئے ان حضرات نے اپنی تحقیق شروع فرمائی، ان چند گنے چنے لوگوں میں مرحوم بھی تھے۔ آپ نے اس موضوع پر تحقیق کا حق ادا کردیا، کسی کو مرحوم کی تحقیق سے اختلاف ہوسکتا ہے اور اختلاف ہوا بھی ہے، مگر آپ کی تحقیق اور محنت کا انکار کرنا انسانی اخلاق سے گراوٹ کی بات ہے۔

مرحوم کی یہ کتاب ہر اہل علم کو ایک مرتبہ پڑھ لینی چاہئے، اور اس اہم مسئلہ پر تحقیق اور بصیرت سے عمل کرنا چاہئے، جہاں کسی مسئلہ میں علماء کے درمیان اختلاف ہو تو دوسرے اہل علم کو اندھا دھند اور آنکھ بند کر کے کسی کی تقلید نہیں کرنی چاہئے، بلکہ اس مسئلہ میں حق تحقیق صرف کرنی چاہئے، اس لئے کہ فرض نماز اور فرض روزوں کا مسئلہ ہے، یہ نہیں کہ فلاں اور فلاں بزرگ کا عمل یہ ہے، اس لئے ہم بھی اسی پر عمل پیرا ہیں، یہ نظریہ درست نہیں ہے۔

مرحوم کو اس مسئلہ میں زیادہ تحقیق کا احساس اس وقت ہوا جب آپ: ۱۹۸۰ء میں دعوت وتبلیغ کے سفر پر امریکہ تشریف لے گئے، شگاگو کے کمیونٹی سنٹر میں جماعت کا قیام تھا، اس وقت سنٹر میں روزانہ پانچ وقت کی نماز باجماعت کا اہتمام نہیں تھا، صرف جمعہ اور ہفتہ و اتوار کی نمازیں جماعت سے ہوتی تھیں، اس لئے مرحوم اور رفقاء اول وقت میں نماز فجر پڑھ کر آرام کرلیتے اور دس گیارہ بجے اٹھ کر کھانے سے فارغ ہوکر گشتوں اور ملاقاتوں کے لئے نکل جاتے اور نماز عشاء کے بعد واپس آتے، ایک دن ایک صاحب کے مکان پر نماز کا ٹائم ٹیبل دیکھا جس میں صبح صادق کا وقت سنٹر کے وقت سے پندرہ منٹ پہلے لکھا ہوا تھا، مرحوم نے اس ٹائم ٹیبل کے مطابق اذان کہلوائی، اس پر ایک مقامی ساتھی نے اعتراض کیا کہ اذان وقت سے پہلے ہوئی ہے، مرحوم نے مذکورہ بالا ٹائم ٹیبل کا حوالہ دیا، اس پر

انہوں نے کہا کہ: ٹائم ٹیبل کا وہ وقت صحیح نہیں، اور انہوں نے اوقات نماز پر امریکہ کے تمام شہروں پر مشتمل ایک کتاب ’’پرے ٹائم ٹیبل‘‘ دکھائی جس سے مرحوم خاموش ہو گئے، اس لئے کہ اس کی تغلیط کی کوئی دلیل آپ کے پاس نہیں تھی۔

امریکہ سے واپسی کے بعد مرحوم نے اس موضوع پر مطالعہ وتحقیق شروع کی اور تقریبا دوسال کا عرصہ صرف کیا، اور موضوع کے متعلق مختلف کتابوں کا مطالعہ کیا، علم فلکیات اور علم ہیئت کی معتد بہ کتابوں سے بھی استفادہ کیا، اور ہندو پاک وعرب علماء و ماہرین فلکیات سے رابطہ کر کے اس مسئلہ پر یہ ایک مفصل کتاب تیار فرمائی، اس کتاب کی تیاری میں آپ نے :٦٦ر کتابوں کے علاوہ متعدد فتاوی اور مختلف اردو وعربی مجلّات سے بھی فائدہ اٹھایا۔ یہ :۳۴۲ر صفحات پر مشتمل ایک تحقیقی، مفید اور قابل مطالعہ کتاب ہے۔

(۷)......’’اسلامی ماہ اور رویت ہلال شریعت وعلم فلک کی روشنی میں‘‘۔

رویت ہلال کا مسئلہ نہایت اہمیت کا حامل ہے، شریعت نے عیدین، رمضان، حج بیت اللہ، تکبیر تشریق، قربانی اور اعتکاف وغیرہ کے علاوہ اور کئی مسائل میں اسلامی تاریخ کو معیار بنایا ہے، رؤیت کے غلط فیصلے سے ان تمام اعمال کی صحت پر اثر پڑتا ہے، اسی لئے دین اسلام میں رؤیت ہلال کے مسائل پر خوب لکھا گیا، احادیث اور فقہ کی کتابوں میں مستقل ابواب قائم کئے گئے، اس لئے اس اہم مسئلہ کو سرسری نہ سمجھا جائے، نہ اس کی تحقیق کو ’’فتنہ‘‘ جیسے غلط لفظ سے تعبیر کیا جائے، (جو لوگ چاند کے مسئلہ کی محنت کو ’’فتنہ‘‘ کہتے ہیں ان کو بہت ڈرنا چاہئے، ایک شرعی مسئلہ کی تحقیق اور اس کی صحت کی فکر کو ’’فتنہ‘‘ کہنا کس قدر خطرناک عمل ہے، کسی صاحب علم مفتی سے پوچھ لیں)۔ اس وقت دنیا کے کئی ممالک میں رؤیت ہلال کا اختلاف رونما ہو چکا ہے، بعض اکابر کی طرف سے صرف برطانیہ کو موردالزام

ٹھہرانا بھی قابل تعجب امر ہے، بہرحال اس اہم مسئلہ پر علماء برطانیہ کو خصوصی توجہ کرنی چاہئے، اور اپنی بساط کے مطابق خالی الذہن ہو کر تحقیق کر کے جس مسئلہ پر شرح صدر ہو اور جس مسئلہ کو فیما بینہ و بین اللہ درست سمجھے اس پر پوری بصیرت اور ہمت سے عمل کرنا اور کرانا چاہئے۔ یہ نہیں کہ:

''اختلاف ہو جائے گا، انتشار نہ ہو، دونوں طرف گنجائش ہے، مرجوح قول پر عمل ہو سکتا ہے''۔

یہ سب دل کو بہلانے والے جملے ہیں، ان سے ایک عالم عنداللہ جواب دہی سے نجات نہیں پا سکتا۔

مرحوم نے اس مسئلہ پر پوری ہمت اور قوت سے، مکمل تحقیق کے بعد ایک مسلک اختیار کیا اور اس پر تا وفات قائم رہے اور استقامت کی ایک مثال قائم کی۔ آپ نے اس موضوع پر چند مضامین کے علاوہ ایک تفصیلی کتاب تحریر فرمائی، اس میں مختلف عنوانات سے اپنے موقف کو ثابت کیا۔ ۲۳۵ ؍صفحات پر یہ کتاب اپنے اندر بہت کچھ معلومات لئے ہوئے ہے۔

(۸)......''اسلامی نکاح وطلاق''۔

مرحوم کو چونکہ شرعی کاؤنسل کی وجہ سے ازدواجی معاملات سے بہت واسطہ پڑا، اور آپ نے لوگوں کو اس بارے میں مسائل سے بہت غافل دیکھا تو محسوس کیا کہ ایک کتاب اس موضوع پر لکھی جائے، مولانا نے بہت تفصیل سے اس کتاب میں نکاح وطلاق کے مسائل بہترین ترتیب سے جمع کئے ہیں۔

(۱۰)......''ایصال ثواب کے لئے اجتماعی ختم قرآن ویٰسٓ شریف کی شرعی حیثیت''۔

علماءِ دیوبند ہمیشہ بدعات سے بچے اور بدعات کا خوب رد کیا، اور بدعت کے ہر چور دروازہ کو بند کرنے کی کوشش کی۔ یہاں ایک وقت ایسا آیا کہ ہر کسی کی وفات پر اجتماعی یٰسٓ شریف کی دعوت دی جانے لگی، اور مساجد میں اعلان کر کے با قاعدہ اس طرح کا اجتماع ہونے لگا، مرحوم نے کھل کر اس پر نکیر فرمائی، اور شریعت کی تعلیم کے مطابق ایصال ثواب کا طریقہ بیان کیا، کچھ اپنوں کی ضد نے اس مسئلہ میں مرحوم کی مخالفت کی تو آپ نے پوری تحقیق سے قرآن وحدیث اور اکابر کے فتاوی کی روشنی میں بدعت کی برائی اور قباحت اور سنت پر جمنے کی تاکید کو اجاگر کیا، اور یہ کتاب مرتب فرمائی۔

## مرحوم کے اہل خاندان سے ایک درخواست

میری مرحوم کے صاحبزادوں اور اہل خاندان سے درخواست ہے کہ مولانا رحمہ اللہ کی تمام تصانیف کو یکجا کر کے دو تین جلدوں میں شائع کریں تاکہ مختلف موضوعات پر مولانا کی یہ محنتیں محفوظ ہو جائیں، اور امت کے صاحب ذوق ان سے استفادہ کر سکیں۔ اس سلسلہ میں کوئی ضرورت ہو تو راقم اپنی خدمت پیش کرنے کے لئے تیار ہے۔

## دوسری درخواست حضرت مولانا احمد صاحب دیولوی مدظلہ سے

عاجز کی دوسری درخواست حضرت مولانا احمد صاحب دیولوی مدظلہ سے ہے کہ ''جامعہ علوم القرآن'' کے کسی صاحب ذوق استاذ کے ایک دو گھنٹے فارغ کر کے مرحوم کی قدرے تفصیلی سوانح حیات، آپ کے اکابر کے نام مکتوبات اور اکابر کے آپ کے نام گرامی نامے آپ کی ڈائری اور یادداشت سے امت کے لئے مفید مواد، آپ کے درس قرآن اور مختلف مضامین کو مرتب کروا کے ایک مفید کتاب تیار کروائی جائے، مجھے امید ہے کہ آپ کی توجہ سے یہ کام انشاء اللہ جلد اور عمدہ طریقے سے انجام پائے گا۔

## مرحوم پر سود کے جواز کا الزام اور اس کی حقیقت

بعض حضرات نے بلا تحقیق یہ بات بھی چلائی کہ آپ سود کو جائز کہتے ہیں، مجھے مرحوم کے ساتھ سالہا سال اٹھنے بیٹھنے کا موقع ملا، مختلف موضوع پر گفتگو ہوئی، کبھی میں نے مرحوم سے اس قسم کی بات نہیں سنی، بلکہ اس کے خلاف اور سود کی حرمت پر باتیں سنیں۔

اسی قسم کا الزام حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمہ اللہ پر بھی ان کے برطانیہ کے سفر کے وقت لگایا گیا کہ قاضی صاحب نے سود پر گھر خریدنے کو جائز کہہ دیا۔ حقیقت بالکل اس کے خلاف ہے، اصل ہوا یہ کہ کسی نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ: مجھے مکان کی بہت تکلیف ہے، کرایہ دار بار بار مکان خالی کراتا ہے، کرایہ بھی زیادہ ہے، بیوی بچے پریشان ہیں، بلکہ یہاں تک شکایت کی کہ: اگر مکان نہ خریدوں تو بیوی طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، ان حالات میں کیا کروں، کیا سودی قرض لے کر مکان خریدلوں؟ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اسے جواب دیا کہ: تیرے حالات اس قدر سخت ہوں اور تجھے لوگوں سے اتنا قرض بھی نہ مل سکتا ہو تو ایک درمیانہ قسم کا مکان جو نہ بہت اعلی اور مہنگا ہو نہ بہت گھٹیا اور سستا ہو، بینک سے قرض لے کر خرید لے، اور اللہ تعالی سے استغفار کرتے رہنا۔ یہ حقیقت ہے قاضی صاحب رحمہ اللہ کے جواب کی۔

اور میں کہتا ہوں اگر یہ اعتراض مرحوم پر ہے، اور قاضی صاحب پر ہے تو پھر یہ اعتراض مفتی دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ پر کیجئے۔ یہ اعتراض مفتی دار العلوم دیوبند پر کیجئے، یہ اعتراض حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ پر کیجئے، یہ اعتراض حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ پر کیجئے، اس لئے کہ ان سارے حضرات نے مجبوری میں سودی قرض لے کر مکان خریدنے کی اجازت دی ہے۔

## حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب رحمہ اللہ کا فتوی

سوال:......جیسا کہ آپ کو علم ہوگا کہ آسٹریلیا ایک مغربی تہذیب کا ملک ہے، جہاں مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے، عیسائی زیادہ ہیں، چند مسائل معلوم کرنے ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱)...... یہاں مکانات کا کرایہ بہت زیادہ ہے، اور مکانات کی قیمت بھی زیادہ ہے، اکثر لوگ بینک سے سودی رقم لے کر مکانات خریدتے ہیں۔

جواب:...... یہ سمجھئے کہ انسان کی بنیادی ضرورتیں تین ہیں: (۱): طعام (کھانا) (۲): کسوہ (کپڑا) (۳): سکنی (مکان)، باقی ضرورتیں اس کے بعد کی ہیں، لہذا سکنی اہم بنیادی ضروریات (حاجات) میں سے ہے، پس اگر اس کے پاس مکان نہیں ہے تو وہ قرض لے کر بھی شرعا بنوانے کا مجاز ہوگا، اور اگر احتیاج ہو اور غیر سودی قرض نہ ملے تو سودی قرض بھی لے کر بقدر ضرورت بنوا سکتا ہے۔ کما یؤخذ من هذه العبارة : ويجوز للمحتاج الاستقراض بالربح ، قبيل مقصد :" الضرورات تبيح المحظورات۔

(الاشباہ والنظائر ص ۱۴۹۔ منتخبات نظام الفتاوی ص ۳۵۷ ج ۳، مطبوعہ: ایفا پبلکیشنز، نئی دہلی)

## دار العلوم دیوبند کا فتوی

سوال:......ایک شخص کرائے کے مکان میں اپنی بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہے، کرایہ اس کا بہت مہنگا ہے، اب وہ یہ چاہتا ہے کہ اپنا مکان خرید سکے، لیکن اس کے پاس اتنی رقم نہیں کہ وہ مکان خرید سکے، تو کیا اس صورت میں وہ بینک سے لون لے سکتا ہے؟

جواب:......اگر کرایے کے مکان میں رہنے میں دشواری ہو، عزت وآبرو متأثر ہوتی ہو، اور اپنا ذاتی مکان خریدنے کے لئے کوشش کے باوجود غیر سودی قرض کا کوئی نظم نہ ہو سکے تو بقدر

ضرورت مکان کے لئے بینک سے سودی لون لینے کی گنجائش ہے، لیکن لون کی ادائیگی کی جلد از جلد فکر کی جائے تاکہ زیادہ دن سود میں ملوث نہ ہونا پڑے، واللہ تعالی اعلم۔

(دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند، آن لائن، سوال نمبر: ۶۳۶۲۸)

## حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمہ اللہ کا فتوی

سوال:...... انگلینڈ میں کبھی مکان خریدا جاتا ہے، اور کبھی کرایہ پر لیا جاتا ہے تو مسلمان سے اصل زر مع سود کے وصول کیا جاتا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟

جواب:...... یہ جائز ہے، ولا بین حربی و مسلم مستأمن ولو بعقد فاسد أو قمار ، شرح التنویر: ۱۸۶۔ (فتاوی فریدیہ ص۵۹۳ ج۱، مسائل شتی)

## حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ کا فتوی

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ کا فتوی

بینکوں سے قرض حاصل کرنا جائز نہیں، کیونکہ یہ قرض پر سود وصول کرتے ہیں اور جیسے سود لینا حرام ہے، اسی طرح سود دینا بھی حرام ہے، البتہ بہت مجبور شخص کے لئے اس کی گنجائش ہے۔ مجبور شخص سے مراد یہ ہے کہ:.....

ذاتی مکان نہ ہو، طویل مدت تک کرایہ ادا کرنے کی استطاعت نہ ہو، اور صرف بقدر ضرورت مکان حاصل کرنا چاہتا ہو۔ (جدید مالیاتی ادارے فقہ اسلامی کی روشنی میں ص ۲۷/۲۸)

## اسلامک فقہ اکیڈمی کا فیصلہ

اسلامک فقہ اکیڈمی کے تحت کئے گئے فیصلوں میں ہے:

سود ادا کرنے کی حرمت بذات خود نہیں، بلکہ اس وجہ سے ہے کہ یہ سود خوری کا ذریعہ

ہے،اس لئے بعض خاص حالات میں عذر کی بنیاد پرسود ادا کر کے قرض لینے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔کون سا عذر معتبر ہے اورکون سا نہیں،اورکون سی حاجت قابل لحاظ ہے اورکون سی قابل لحاظ نہیں؟اس سلسلہ میں معتمد اصحاب افتاء کے مشورہ پرعمل کیا جائے۔

(نئے مسائل اوراسلامک فقہ اکیڈمی کے فیصلے ص ۱۶۸)

## حضرت مولانا قاضی مجاہدالاسلام صاحب کا فتوی

سوال:......سود لینا اور دینا دونوں حرام ہیں،مگرمجبوری کے عالم میں سود پر روپیہ لینا ہی پڑتا ہے اور سود دینا ہی پڑتا ہے،یہ کیسا ہے؟

جواب:......جس طرح سود لینا حرام ہے اسی طرح سود دینا بھی حرام ہے:''ما حرم أخذه حرم اعطاء ہ''۔(الاشباہ والنظائر ص ۱۵۷،طبع:دارالکتب العلمیہ،بیروت)

بعض حالات میں جب کہ انسان کی کوئی واقعی ضرورت (جسے شریعت بھی ضرورت تسلیم کرے) بغیرسود پر روپیہ حاصل کئے نہ پوری ہوسکتی ہوتو ایسی صورت میں اپنے فعل کی شناعت اور برائی کومحسوس کرتے ہوئے اور دل سے توبہ واستغفار کرتے ہوئے سود پر رقم لینے کی اجازت دی جاسکتی ہے،فقط،واللہ تعالی اعلم۔(فتاوی قاضی ص ۲۲۶)

دیکھئے!جن پراعتراض ہے کہ وہ سود کوحلال کہتے ہیں ان کا فتوی اوردوسرے اکابر کے فتاوی کا تقابلی مطالعہ کیجئے اور انصاف کا دامان نہ چھوڑیئے تو اعتراض کی اصلیت واضح ہوجائے گی۔

نوٹ:......راقم کا ان جوابات سے متفق ہونا ضروری نہیں،نہ کوئی ان فتاوی کو پڑھ کراسے علی الاطلاق جائز سمجھے اورسود لیتا پھرے،صرف مرحوم پرالزام کے دفعیہ کے لئے یہ فتاوی نقل کئے گئے ہیں۔

الحمدللہ مرحوم کے اوصاف پر مشتمل یہ مختصر رسالہ بہت مختصر وقت میں لکھا گیا ہے، اللہ تعالی اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور راقم و ناظرین کے لئے باعث خیر و باعث عمل بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲۴ /محرم الحرام ۱۴۴۴ھ مطابق: ۲۲/ اگست

بروز پیر